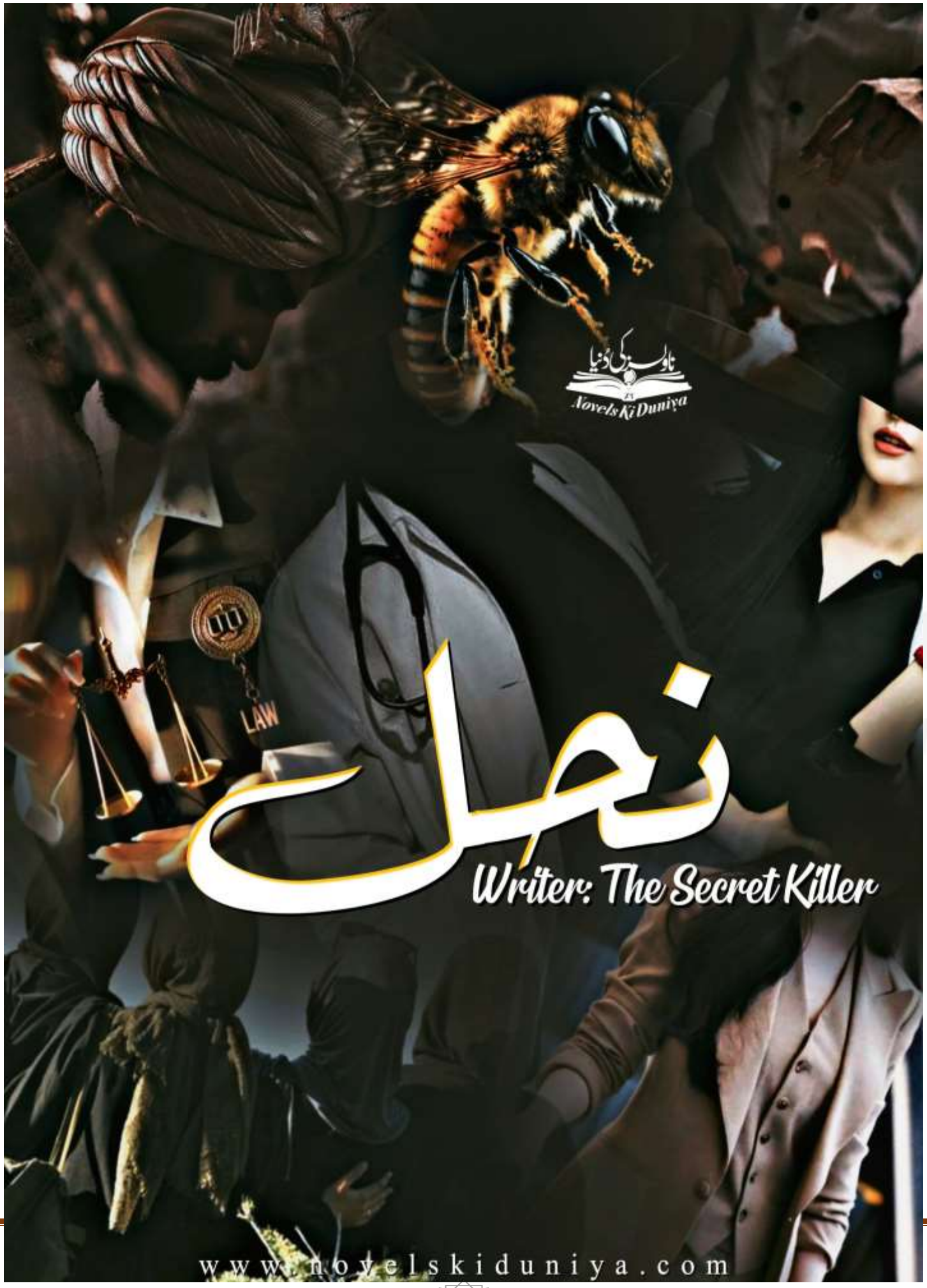
ناولز کی دُنیا
Novels Ki Duniya
LAW
نحل
Writer: The Secret Killer
www.novelskiduniya.com

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم---

السلام علیکم احباب----"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا--

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Nkd (ZT) (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے شکریہ-----

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحل

(The Bee)

از قلم: دی سیکریٹ کلر

قسط نمبر:1

فصل اول

"Here's to strong souls, may we know them, may we be them, may we raise them."

کوئٹہ، بلوچستان

شہر کا سورج ڈھلنے کے قریب تھا جس کی بدولت آسمان گلابی اور نارنجی رنگوں میں رنگا ہوا تھا۔ شہر کی پہاڑیاں سورج کی آخری کرنوں کی روشنی سے سنہری ہو گئی تھیں۔ ہوا میں سردی کی ایک ہلکی سی آمیزش تھی جو پہاڑوں سے نیچے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

آرہی تھی۔ بازاروں میں گہما گہمی اس وقت بھی عروج پر تھی کیونکہ لوگ اپنے دن بھر کی خریداری مکمل کر کے آہستہ آہستہ گھروں کی طرف لوٹ رہے تھے۔ چائے کے ہوٹلوں سے بھاپ اڑتی ہوئی نظر آتی تھی جہاں لوگ شام کی چائے کے ساتھ گپ شپ کر رہے تھے۔ فضا پر امن اور حالات بہترین تھے۔

اچانک سارے میں ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی۔ لوگ راستے سے ہٹنے لگے۔ بلند گپ شپ اب سرگوشیوں میں تبدیل ہونے لگی۔ لوگ ٹکٹکی باندھ کر اس جانب کو دیکھنے لگے جہاں سب دیکھ رہے تھے۔ اس خاموشی کی وجہ جلد ظاہر ہو گئی۔ گاڑیوں کا ایک قافلہ تھا جو بازار کی حدود میں کسی آندھی کی طرح داخل ہو رہا تھا۔ کسی نے کہا سرکاری گاڑیاں ہیں، کسی نے کہا فوج کی گاڑیاں ہیں، کسی نے کہا نیا سردار آیا ہے، کسی نے کہا کوئی سیاسی راہنما پرانے سردار کی موت پر تعزیت کو آیا ہے۔ وہ قافلہ ان کے درمیان سے ہو کر گزر گیا لیکن لوگوں کو گفت و شنید کے لیے ایک نیا موضوع مل گیا۔ موضوع سیدھا سردار کے خاندان کے ساتھ ہوئی بربریت کی جانب کو مڑ گیا۔ چند لمحے تعزیتی خاموشی بھی اس ماحول کا حصہ رہی اور پھر سب بھول گئے۔

وہ قافلہ ایک چھوٹی مگر عالیشان حویلی کے باہر آ کر رکا جہاں اس قافلے کے آنے سے پہلے تک درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ ہوا میں گونج رہی تھی اور اندر کے صحن میں ایک فوارہ مستحکم سرگوشی کی طرح بہہ رہا تھا۔ پرانی اینٹوں اور پتھروں سے بنی ہوئی دیواریں وقت کی گواہ تھیں جن پر سورج کی روشنی مختلف زاویوں سے پڑ رہی تھی۔

حویلی کے بیرونی حصے کی شان و شوکت دور سے ہی نظر آتی تھی جو سفید اور بھورے پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ حویلی کا مرکزی گیٹ بڑا اور شاندار تھا جو مضبوط لکڑی سے بنا ہوا معلوم ہوتا اور اس پر پیچیدہ نقش و نگار کندہ کیے گئے تھے۔ دروازے کے دونوں طرف بلند ستون تھے جو سفید پتھر سے بنے تھے اور ان پر سنہری رنگ کی خطاطی کی گئی تھی۔ دروازے کے اوپر ایک خوبصورت محراب تھا جس پر رنگین شیشے لگے ہوئے تھے اور سورج کی پڑتی کرنوں میں خوبصورت شعاعیں بکھیرتے نظر آتے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

محافظوں نے دروازہ کھول دیا اور پہلی کار اندر کی جانب بڑھ گئی۔ باقی کاروں میں سے بھی لوگ نکل نکل کر اندر کی جانب بڑھ گئے۔ حویلی کے اندرونی دروازے کے پاس خادم صف باندھے کھڑے تھے جیسے کسی خاص مہمان کا انتظار کر رہے ہوں۔ سیاہ کار پورچ میں رک گئی تو ایک آدمی نے جلدی سے پیچھے کا دروازہ کھولا۔

"ایک دن تم اس قبیلے کے سردار بنو گے اور اس دن سے اپنے تمام دکھ درد صرف اپنے دل میں رکھنا۔ تمہارا چہرہ روشن اور پیشانی بنا شکن کے ہونی چاہیے۔"

خادم دروازہ کھولے کھڑا تھا اور وہ سپاٹ چہرہ لیے سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کبھی سردار بننے کا خواب نہیں دیکھا تھا اور نہ ایسی کوئی خواہش کی تھی لیکن اسے آج یہاں سردار بننے کو آنا پڑا تھا۔ وہ بلایا گیا تھا!

وہ کار سے اترا تو لان میں موجود تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے روایتی بلوچی لباس پر سیاہ کڑھائی والی ویسٹ کوٹ پہنی ہوئی تھی جس میں اس کا سراپا نمایاں تھا۔ اس کی سنہری آنکھوں میں گہرائی اور خاموشی تھی۔ اس نے گردن گھما کر ایک بھرپور نظر ساری حویلی پر ڈالی۔

خادمین نے احتراماً سر جھکا لیا۔

"تمہیں ان کا جھکنا شرمندہ کرے گا لیکن یاد رکھنا یہ بلوچ سرداروں کی روایت ہے، انہیں جلد بازی میں کچھ مت کہنا۔"

ایک بوڑھا خادم آگے بڑھا جو برسوں سے اس خاندان کی خدمت کر رہا تھا' اس نے اس خاندان کے آخری اور باغی سپوت کا استقبال کیا۔

"سردار بلوچ! حویلی آپ کی منتظر تھی۔ آپ کا واپس آنا ہمارے لیے باعثِ فخر ہے۔"

"یہ تمہیں سردار کہیں گے انھیں مت ٹوکنا کہ تمہارا نام لیں۔ یہاں سردار کو اس کے نام سے نہیں پکارتے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"شکریہ بابا۔ یہ حویلی اور یہاں کے لوگ میرے خاندان کی یادگار ہیں۔" سردار بلوچ نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے اس جھکے ہوئے بوڑھے خادم کو اپنے برابر کھڑا کیا۔ اسے آج بھی ان لوگوں کا تعظیم میں جھکنا پسند نہیں تھا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا مرکزی صحن میں آیا جہاں قبیلے کے لوگ اس کے منتظر تھے۔ اس نے ایک لمحے کے لیے سر جھکایا۔ دل میں غم کی لہر اٹھی مگر وہ مضبوطی سے کھڑا رہا اور سر اٹھا کر سامنے دیکھا اور پھر ارد گرد کسی کی تلاش میں نگاہیں گھمائیں۔ وہ نظر نہ آئی تو وہ اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ وہ سرداری تقاضوں سے نابلد تھا۔

"سردار پہلے قبیلے کے لوگوں سے ملاقات کر لیں۔" اس نے گہرا سانس لے کر کہنے والے کو دیکھا اور پہچاننے کی کوشش کی۔ اوہ بہزاد اسماعیل! اس کے بھائی کا خاص بندہ۔ اس کے علاوہ اس وقت اسے کسی کی نہیں سننی چاہیے۔ وہ قابل اعتماد انسان تھا۔

"نشی کہاں ہے؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"بی بی اندر زنان خانے میں قبیلے کی عورتوں کے ساتھ ہیں۔ آپ کو یہاں بیٹھنا چاہیے۔" وہ اس کی بات سمجھ کر اس وسیع و عریض لان کی جانب چلا آیا جہاں موجود لوگ اس کی راہ تک رہے تھے۔ وہ ان کے پاس آیا تو سب نے اٹھ کر اسے گلے لگایا اور مرحومین کی تعزیت کی۔

کچھ دربعد جب یہ سلسلہ تھما تو بہزاد پھر سے اس تک آیا۔ "اب آپ کو ان سب کی تعزیت کا شکریہ ادا کرنا ہے۔" اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے قبیلے کے لوگو! میں اس وقت آپ کے سامنے ایک بھاری دل لیے کھڑا ہوں۔ میں یہاں کوئی جذباتی تقریر کرنے نہیں آیا کیونکہ میں جانتا ہوں سردار اور ان کے خاندان کے قتل نے آپ سب کو گہرا صدمہ پہنچایا ہے اور یہ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وقت مشکل ہے لیکن ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اس مصیبت کا مقابلہ کرنا ہے۔ مجھے سرداری کی ذمہ داری لینے کے لیے کچھ وقت درکار ہے۔ امید ہے آپ سب میرے فیصلے کی عزت کریں گے۔ میں آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ساتھ تعاون کریں اور میرے بھائی کے قاتلوں تک پہنچنے میں میری مدد کریں۔ آپ سب کے یہاں آنے کا شکریہ۔" ٹھہری ہوئی سنجیدہ آواز میں کہتے اس نے محفل ہی برخاست کرنا چاہی لیکن وہاں موجود لوگ اس کے بھائی کے قتل پر تبصرے کرنے لگے۔ اس نے کوفت سے سب کو دیکھا اور کچھ دیر وہیں بیٹھے چند معزز بزرگوں سے بات کرتا رہا پھر ان سے معذرت کر کے اس نے بہزاد کو اشارہ کیا۔

"میں اپنے کمرے میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ نشی کے علاوہ میرے کمرے میں کوئی نہیں آنا چاہیے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا۔ اندر کی جانب بڑھتے اس نے راستے میں آتے کسی انسان کو نظر اٹھا کر نہ دیکھا تھا۔ بہزاد نے اس کے کہے پر عمل درآمد کرنے کو دوڑ لگا دی۔ باقی سب میں بھی چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں کہ آیا یہ کل کا لڑکا سردار بننے لائق بھی ہے کہ نہیں؟ سرداری کے لیے سر کے بال سفید اور عمر کا تجربہ درکار تھا لیکن نئے سردار کے پاس نہ سفید بال تھے نہ لمبی عمر کا تجربہ!

☆☆☆☆☆

اسلام آباد، پاکستان

ریستوران کے باہر لکڑی کی خوبصورت اور نقش و نگار سے آراستہ تختی پر جلی حروف میں **"زعفران گارڈن"** لکھا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی پشاوری طرز کی خوبصورت اور منفرد معماری آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی۔ کبھی یہ ریستوران اپنی شاندار سجاوٹ، خوشبوؤں سے معطر ماحول اور لذیذ کھانوں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں بسا ہوا تھا اور شہر کے اس حصے کی جان تھا۔ دیواروں پر پشاوری دستکاری کے نمونے، اونچی چھتوں پر جھومر اور لکڑی کے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

نفیس فرنیچر اس جگہ کی قدیم روایات اور ثقافت کی عکاسی کرتے ماحول کو منفرد بناتے تھے مگر آج کل یہ ریستوران گاہکوں کی آمد سے خالی، ایک خاموش اور ویران سا منظر پیش کرتا تھا۔

اس خاموشی کو توڑتے ہوئے ریستوران کا داخلی دروازہ کھول کر مالک نے اندر قدم رکھے۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں ماضی کی گہری یادیں بسی ہوئی تھیں اور حال کی حقیقت کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ اندر کی جانب بڑھتے ہر قدم پر وہ ان لمحوں کو یاد کر رہا تھا جب یہاں کی ہر میز پر گاہکوں کا ہجوم تھا، سوشل میڈیا سٹارز کی دھوم تھی، خوشیوں کی آوازیں گونجتی تھیں اور باورچی خانے سے نکلنے والی خوشبوئیں ہر طرف پھیلی ہوتی تھیں۔

وہ روزانہ جب بھی یہاں آتا تو اس کی آنکھوں میں ایک اداسی اور بیزاریت سی چھائی رہتی کہ آج بھی سارا دن کچھ نیا سوچنے کی نذر ہونا تھا اور رات کو خالی ہاتھ ایسے ہی اٹھ کر گھر واپس جانا تھا لیکن وہ ہمت نہ ہارتے ہوئے کچھ نیا پلان بنا کر ہی اٹھتا۔ خاموش اور ویران میزیں، خالی کرسیوں پر پڑی دھول اور باورچی خانے سے نہ اٹھنے والی خوشبوئیں اسے ماضی کی یاد دلانے میں ناکام نہ ہوتیں مگر آج کا منظر کچھ مختلف تھا۔ آج ریستوران کی فضا میں ایک غیر معمولی جوش اور ولولہ محسوس ہوتا تھا۔ تمام لڑکے بھاگتے دوڑتے نظر آرہے تھے اور ان کے کاموں میں ایک عجب سی جلدی اور پرجوشیت کی جھلک تھی۔ کوئی میزیں صاف کر رہا تھا، کوئی برتن ترتیب دے رہا تھا، کوئی پوچا لگا رہا تھا اور کوئی باورچی خانے میں تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سب کسی بڑے موقعے کی تیاری میں مصروف ہوں۔ وہ حیران سا آگے آیا۔

"آج میرے گھر کو صاف کرنے کا کیسے خیال آگیا؟" اس نے میزوں پر سے کرسیاں ہٹاتے فہد سے پوچھا اور ارد گرد کسی ایسے کو بھی تلاش کرنا چاہا جس کی بدولت یہ ہڈ حرام لڑکے کام میں لگ گئے تھے ورنہ تو روز منہ پھلا کر بیٹھے کوئی نئی ملازمت ڈھونڈنے کی کوششوں میں مگن نظر آتے اور وہ ان کا بھرپور ساتھ دیا کرتا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"مصطفیٰ بھائی ایک ماہ بعد آپ کے گھر میں کوئی مہمان آیا ہے اسی لیے ہمیں حرکت کرنے دیں۔" فہد نے ہڑبڑاہٹ اور قدرے جلدی میں بتایا۔ صبح کسی نے طنز کیا تھا اور وہ طنز فہد کو ازبر تھا۔

"تم لوگوں نے اس جگہ کو اتنا ویران کر دیا ہے کہ کوئی آنا بھی چاہے تو اندر نہ آسکے۔"

"کون آیا ہے؟" وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا اور جلدی سے ارد گرد مہمان کو تلاش کیا۔

"انھوں نے کہا ہے وہ شیف کے ہاتھ سے ہی کچھ کھائیں گی اسی لیے وہ اوپر والے کیفے میں شیف کے آنے کا انتظار کر رہی ہیں اور ہمیں رات کے ڈنر کا مینیو بھی بتایا ہے کہ ان کی کمپنی کے لوگ آج یہاں کھانے پر آئیں گے۔"

اس نے فوراً سیڑھیوں کا رخ کیا۔ اس ریستوران کے دو ہی پورشن تھے' گراؤنڈ فلور پر ریستوران اور پہلے فلور پر کیفے تھا۔ بیسمنٹ میں وہ سامان رکھا کرتے تھے۔ سیڑھیوں کو پھلانگتے ہوئے اس نے چمکدار گلاس وال کے پار جھانکا اور بے اختیار رک گیا جہاں اسے ہمیشہ کی طرح ایک دلکش منظر نظر آیا۔ اوپر کے کیفے کی کھڑکیوں سے باہر کا منظر ایک رنگین تصویر کی طرح نظر آتا تھا جہاں شہر کی رونق اور دن کی آمد کی جھلک نظر آتی تھی۔

کھڑکی والی میز پر ایک خاتون آرام دہ سی بیٹھی اپنے لیپ ٹاپ پر کام کر رہی تھی جس کی موجودگی میں ایک وقار اور سحر سا تھا۔ اوہ تو وہ تھی اس کی مہمان! اس کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ وہ اتفاقیہ طور پر بھی ایک دوسرے کے سامنے نہیں آیا کرتے تھے کیونکہ کسی کو برا لگا کرتا تھا۔

"لانگ ٹائم مس اُمّ عمارہ!" وہ اندر آیا تو عمارہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور پھر شائستگی سے مسکرا دی۔

"لانگ ٹائم شیف مصطفیٰ غلزائی!" وہ مسکرا کر اس سے کہہ رہی تھی۔ اس نے سیاہ رنگ کا خوبصورت بلوچی کڑھائی والا سوٹ پہن رکھا تھا جو اس کی شخصیت کی شان اور وقار کو مزید بڑھا رہا تھا۔ سوٹ کے ساتھ اس نے بائیں کندھے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پر ہم رنگ دوپٹار کھا ہوا تھا جو کناروں سے ہلکے رنگوں کی نفیس کڑھائی کے ساتھ ہم آہنگ تھا۔ پاؤں سرخ ہیلز میں قید تھے اور اس کے گہرے بھورے بال کمر پر نرم لہروں کی مانند بکھرے ہوئے تھے۔

"مجھے آپ کا آرڈر لینا چاہیے یا آپ کے یہاں آنے کا مقصد جاننا چاہیے؟" وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اس نے سفید پولو شرٹ کے ساتھ سیاہ پینٹ پہنی ہوئی تھی۔ قد کاٹھ پٹھانوں والا اونچا لمبا تھا جبکہ چہرے کے خدوخال سرخ و سفید تھے۔

"آپ کے ریستوران کا مینیو نہیں پہنچا۔" وہ پر سکون انداز میں کہہ رہی تھی۔

مصطفیٰ نے قدرے فکر سے اس کے وہاں آنے کا مقصد جاننا چاہا۔ وہ صرف کھانا کھانے نہیں آسکتی تھی۔ اس کے ریستوران کا کھانا اُمّ عمارہ کے لیے **"لیسٹ فیورٹ"** تھا۔ اسے کیا چیز وہاں کھینچ لائی تھی؟ اس نے میز پر رکھا بزر بجا کر فہد کو بلایا اور اسے مینیو کارڈ لانے کو کہا گو کہ وہ اسے جتا سکتا تھا کہ ریستوران نیچے ہے پھر بھی وہ خاموش رہا کیونکہ وہ یہاں کھانا کھانے نہیں آئی تھی۔

فہد مینیو لے آیا اور اس نے بلاوجہ ایک نظر مینیو کارڈ دیکھنے کے بعد ڈمپلنگ کا آرڈر دے دیا۔ مصطفیٰ نے فہد کو اشارہ کیا کہ وہ سامان تیار کرے۔ فہد چلا گیا تو وہ ذرا پر سکون ہو کر بیٹھ گئی۔ مصطفیٰ بھی اُمّ عمارہ کے سامنے والی کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کی یہاں آمد کا مقصد جاننا چاہوں گا۔" اس کا انداز سنجیدگی سے بھرپور تھا۔

"اس ریستوران میں پہلے والی بات نہیں رہی مصطفیٰ! کچھ تبدیلیاں کرنے کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے؟" عمارہ نے نرم مگر فکر مند لہجے میں کہا جیسے وہ یہ مشورہ دینے والی پہلی ہو۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"آپ کے خیال میں کیسی تبدیلی کی ضرورت ہے؟" اس نے یوں پوچھا گویا اس کی رائے پر ابھی کہ ابھی عمل کر ڈالے گا۔

"میں مشورہ دینے کے پیسے لیتی ہوں۔" عمارہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مصطفیٰ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"اوہ ذہن سے نکل گیا تھا کہ آپ کو انسانی خون کی قدر سے زیادہ نوٹوں کی خوشبو پسند ہے۔" اُمّ عمارہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے جوتا کھینچ مارا تھا۔ کچھ دیر ایسی خاموشی چھائی رہی جیسے وہاں کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔

"کوئی شک نہیں کہ میرے مشورے سونے کے بھاؤ ہیں مگر میں مانتی ہوں کبھی کبھار پرانی باتوں کو بھلا کر نئی شروعات کی ضرورت ہوتی ہے۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔ مصطفیٰ نے اس کی بات کو غور سے سنا۔

"آپ کی بات میں وزن ہے مس قریشی لیکن کیا آپ واقعی سمجھتی ہیں کہ تبدیلی اس جگہ کو دوبارہ زندہ کر سکتی ہے؟" اس کی آنکھوں میں دلچسپی بھری چمک آ گئی تھی۔ آہ وہ مدعے پر آنے کے لیے اتنی لمبی تمہید کیوں باندھ رہی تھی؟

"یقیناً لیکن تبدیلیاں محض ظاہری نہیں اندرونی بھی ہونی چاہئیں۔ اس ریستوران کو دوبارہ سے لوگوں کے دلوں میں بسانے کے لیے کچھ نیا اور منفرد پیش کرنا ہو گا۔" عمارہ نے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سنجیدگی سے کہا۔

"اگر آپ واقعی میری مدد کرنا چاہتی ہیں تو میں آپ کے مشورے کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اس بارے میں کچھ سوچتا ہوں۔" مصطفیٰ نے ٹالنے والی بات کی تھی۔

عمارہ کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی اور اس نے مصطفیٰ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"یہی تو میں سننا چاہتی تھی۔ اصل مدعے پر آتی ہوں' میں آج یہاں آپ سے اس ریستوران کا سودا کرنے آئی ہوں مصطفیٰ غلزائی۔ ایک ایسی تبدیلی کا سودا جو اس ریستوران کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دے گی۔"

"کس قسم کا سودا؟" اب کہ وہ تلخ ہوا۔ پس ثابت ہوا وہ کھانا نہیں کھانے آئی تھی۔

"آپ کے والد کو اس وقت بھاری انویسٹمنٹ کی ضرورت ہے۔ ایک قابل اور بھروسے مند بزنس وومن کی حیثیت سے مجھے اس ساری صورتحال سے اپنے لیے کچھ فائدہ چاہیے سو میں یہ ریستوران خریدنا چاہتی ہوں۔" مصطفیٰ غلزائی کا چہرہ سرخ پڑا۔

"اور مس قریشی آپ نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اپنی حق حلال کی کمائی سے بنایا گیا گھر آپ کے کسی کاروباری فائدے کی زینت بننے دوں گا؟"

"پیٹ سے نہیں دماغ سے فیصلہ لیں مصطفیٰ! آپ کی فیملی کو پیسوں کی ضرورت ہے اور اس وقت آپ سے بہتر کوئی انھیں سپورٹ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور ویسے بھی میں منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں۔" وہ نرم مگر سنجیدہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"میں آپ کا لحاظ کر رہا ہوں اُمّ عمارہ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ میرے ذاتی مسائل کا سرعام ذکر کریں۔ آئندہ زعفران گارڈن کو صرف ریستوران سمجھ کر تشریف لائیے گا' میٹنگ سپاٹ نہیں۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

فہد نے آٹا گوندھ لیا ہو گا۔ باقی کا کام اسے خود دیکھنا تھا۔ اسے اپنے کسٹمر کو اچھا کھانا پیش کرنا ہو گا۔ وہ ایک شیف تھا اور اسے کھانے سے لگاؤ تھا۔ عمارہ نے ایک لمحے کے لیے حیرت سے اسے دیکھا پھر خاموشی سے سر ہلایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"سب تیار ہے بس آپ کا انتظار تھا۔" وہ باورچی خانے میں آیا تو فہد نے کہا۔ وہ اس کے بگڑے موڈ کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ کوئی بات ہوئی ہے۔

"شکریہ فہد! باقی کام میں خود دیکھتا ہوں۔" اس نے اپنی شیف والی مخصوص ٹوپی ٹھیک سے سر پر رکھی' ایپرن پہنا اور اپنے ہاتھوں کو صاف کر کے ڈمپلنگز بنانے میں مصروف ہو گیا۔ ریستوران چاہے گاہکوں کی آمد سے محروم تھا لیکن وہاں ہر ہفتے نیا سودا ڈلوایا جاتا تھا۔

(اوپر کیفے میں وہ ہنوز ویسے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔)

تازہ میدہ، کٹی ہوئی سبزیاں اور خوشبودار مسالے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے مہارت سے آٹے کو پتلا کر کے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے اور پھر ان میں سبزیوں کی بھرائی شروع کی۔ وہ ہر ڈمپلنگ کو خاص انڈین انداز میں موڑ رہا تھا جیسے یہ صرف کھانا نہیں بلکہ ایک فن پارہ ہو اور وہ ہر فن مولا ہو۔

(اس نے اپنے بیگ سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی اور اس میں سے ایک صفحہ پھاڑ کر اس پر لکھا۔

"میں انتظار کروں گی۔")

کچن میں ہلکی سی بھاپ اور مصالحوں کی خوشبوئیں پھیل چکی تھی اور مصطفیٰ کی نظریں ڈمپلنگ پر مرکوز تھیں۔ اس کے ہاتھ تیزی سے کام کر رہے تھے۔ اس کی پیشانی پر ہلکا سا پسینہ تھا مگر اس وقت اسے عمارہ سے ہوئی گفتگو کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔

جب تمام ڈمپلنگز تیار ہو گئے تو شیف نے انہیں بڑی احتیاط سے بھاپ والے برتن میں رکھا اور ڈھک دیا۔ بھاپ کی گرمی نے جلد ہی ڈمپلنگز کو نرم اور مزیدار بنا دیا۔ خوشبو پورے کچن میں پھیل گئی اور ہر کسی کی بھوک کو بڑھانے لگی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

(کیفے کی سیڑھیوں سے اترتے اور کچن سے آتی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ایک لمحے کو عمارہ نے تسلیم کیا کہ مصطفیٰ کا شوق، محنت اور لگن واقعی اس ریستوران کو نئی بلندیوں پر لے جاسکتے ہے۔وہ اس کی آفر قبول نہیں کرے گا۔ اسے کچھ اور سوچنا ہو گا۔وہ آگے بڑھ گئی۔)

جب کھانا تیار ہو گیا تو مصطفیٰ نے خوبصورتی سے پلیٹ میں سجایا، ساتھ میں چٹنیاں اور تین قسم کے ساس رکھے۔ ہر ڈمپلنگ اپنی جگہ پر مکمل تھا جیسے کوئی آرٹ کا نمونہ ہو۔وہ دل ہی دل میں خوش ہوا۔اتنے عرصے بعد جیسے کسی پسندیدہ کام کو کر کے سکون محسوس ہوا ہو۔اُس نے پلیٹ اٹھائی اور اُمّ عمارہ کے پاس لے کر پہنچا۔

یہ اس کا اصول تھا، کچھ خاص مہمانوں کو وہ خود سرو کرتا تھا لیکن جب وہ کیفے میں پہنچا تو حیران رہ گیا۔اُمّ عمارہ وہاں موجود نہیں تھی۔وہ ایک لمحے کے لیے مایوس ہوا لیکن پھر اا حساس ہوا کہ اس کا چلے جانا ہی بہتر تھا۔وہ واپس کچن کی طرف چلا آیا۔پلیٹ کو میز پر رکھا اور ایک گہری سانس لی۔اُسے احساس ہوا کہ اگر ایسے ہی چلتا رہا تو وہ جلد اس ریستوران سے ہاتھ دھو بیٹھے گا جو وہ ہونے نہیں دے گا۔

اسے اب مزید سنجیدہ ہونے کی ضرورت تھی۔

☆☆☆☆☆

ہائی کورٹ' اسلام آباد

اسلام آباد کی آب وہوا میں ایک غرور سا تھا جو کبھی وہاں آنے والوں کو مایوس نہیں کیا کرتا تھا۔ہائی کورٹ کے باہر کا منظر دلکشی اور رنگینی سے بھرپور تھا جو اس جگہ کی اہمیت کی عکاسی کرتا تھا جہاں شاذ و نادر انصاف ملتا تھا لیکن ملتا ضرور تھا۔ہلکی دھوپ نے عمارت کے سامنے موجود بڑے درختوں کے نیچے سایہ پھیلا رکھا تھا اور ہوا میں تازگی بھری خنکی محسوس کی جاسکتی تھی۔معمول کا ہجوم عدالت کی عمارت کے آس پاس پھیلا ہوا تھا۔وکیل، پولیس اہلکار

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اور عام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کچھ لوگ عدالت کی طرف جلدی میں قدم بڑھا رہے تھے، کچھ تیز تیز قدموں سے باہر آ رہے تھے۔ ہر کسی کی اپنی ایک کہانی تھی اور ہر کوئی اپنی غرض اور امیدوں کے ساتھ یہاں آتا تھا۔

اسی ہجوم کے درمیان تم ذرا ٹھہر کر اسے دیکھو جو اپنے مخصوص انداز میں دروازے سے باہر نکلتی نظر آ رہی تھی۔ اردگرد کے سنجیدہ ماحول سے بے نیاز! عام دنوں میں بھی وہ ایسی ہی نظر آتی تھی۔ اُس نے سیاہ رنگ کے کوٹ کے ساتھ سفید رنگ کا روایتی سوٹ پہن رکھا تھا۔ گردن میں لپیٹا ہوا سفید دوپٹہ ہوا میں نرم لہروں کی طرح لہرایا تو اس نے سلیقے سے اسے سیٹ کیا۔ اس کے گلے میں چھری کی شکل کا ایک خوبصورت لاکٹ موجود تھا جو چمکدار دھاتی چین میں لٹکا ہوا تھا۔ چھری پر پیچیدہ نقاشی تھی جو اسے نہایت دلکش بناتی ہے۔ لاکٹ کے بلیڈ پر **K2** کا لفظ نمایاں طور پر درج تھا اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت منظر کندہ کیا گیا ہے جس میں پہاڑوں کا سلسلہ اور جنگلات دکھائی دیتے تھے۔۔ اُس کی گہری بھوری آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج کا دن بھی اُس کے لیے کامیابی لے کر آیا ہے۔

اس نے عدالت کے باہر کھڑے لوگوں کو ایک نظر دیکھا پھر اپنے دوپٹے کو مزید سلیقے سے درست کیا' لاکٹ چھپ گیا۔ وہ مسکرائی اور گہری سانس اندر کو کھینچی گویا خود کو شاباشی دی ہو۔ اس نے ایک پل کے لیے خود کو اس لمحے کا لطف اُٹھانے دیا۔ سبزہ زار تک پہنچنے کے بعد اس نے "**یاہوو**" کا ایک بلند نعرہ لگایا۔ لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے اور حیرت سے دیکھنے لگے۔ یہاں سنجیدہ اور پیشہ ور وکیل کام کرتے تھے اور اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ نہ ہی وہ سنجیدہ ہے اور نہ ہی پیشہ ور ہے۔ عام لوگوں کو اس کی حرکت ذرا ناگوار گزری، ساتھی وکلاء نے اسے تاسف سے دیکھا۔ کچھ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

نے خفیہ مسکراہٹ کے ساتھ اُس کی جرأت مندی کو سراہا بھی، جبکہ کئی نے سر جھٹک کر اسے غیر ضروری عمل قرار دیا اور اپنے کام میں لگے رہے۔

"اُوناماتینا می سونو الزاتو۔۔۔ او بیلا چاؤ، بیلا چاؤ، بیلا چاؤ چاؤ چاؤ۔"

"اُوناماتینا می سونو الزاتو۔۔۔ اے ہو تو واتو لینو ازور۔۔۔"

وہ اپنا بیگ ہوا میں گھماتے 'خود بھی گول گول گھومتے گا رہی تھی کیونکہ ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ خوش تھی۔

"او پارتی جیانو پورتا می ویا۔۔۔ او بیلا چاؤ، بیلا چاؤ، بیلا چاؤ چاؤ چاؤ۔"

"او پارتی جیانو پورتا می ویا۔۔۔ کے می سینتو دی موریر، ایر، ایر۔"

"اے جونیئر وکیل! یہ کیا تماشہ ہے؟" ایک صاحب بہادر آگے آئے اور اسے ڈپٹا جو ہر پیشی کے بعد ایسے جشن مناتی جیسے وہ کیس ہی جیت گئی ہے۔ ان کا ٹوکا جانا اسے سخت ناگوار گزرا تھا۔

"اوہ سیٹھی صاحب! آج جج نے میری تعریف کی ہے۔ بولے تمہاری جگہ ہائی کورٹ میں نہیں اڈیالہ جیل میں ہونی چاہیے۔" وہ مسکرا کر تفخر سے بتا رہی تھی۔

"پرچی پر آنے والوں ایسے ہی پروٹوکول دیا جاتا ہے 'تم نئی نہیں ہو اور یہاں ماحول خراب کرنے کی کوشش مت کرو۔" انھوں نے تلخی سے کہا۔

آؤچ! یہ پرسنل اٹیک تھا اور اسے زور کا لگا تھا۔

یہ کہنے والے وہ نئے نہیں تھے۔ ہر دوسرا نہیں تو تیسرا وکیل اس عدالت میں اسے پرچی وکیل کے نام سے ہی پکارتا تھا اور وہ ایسا تاثر دینے میں ماہر تھی کہ کتے بھونکتے رہتے ہیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"او پارتی جیانو پورتامی ویا۔۔۔ او بیلا چاؤ، بیلا چاؤ، بیلا چاؤ چاؤ چاؤ۔" اس نے بھی اپنے ڈھیٹ پن کا ثبوت دیتے ہوئے پھر سے گنگنانا شروع کیا اور آگے بڑھ گئی لیکن اگلے لمحے خاموش بھی ہو گئی کہ سامنے سے اُس کے کلائنٹ کے ادھیڑ عمر والد اس کی جانب چلتے آرہے تھے۔ ان کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں تھیں اور آنکھوں میں ایک آس سی تھی۔ وہ یکدم ہی سنجیدہ نظر آنے لگی۔ کوئی اس سے زیادہ قابل، تجربہ کار، ماہر وکیل ہے تو سامنے آئے۔

"میڈم! کیسا رہا کیس؟" اُنھوں نے بے چینی سے پوچھا۔ آواز میں اُمید اور خوف کا ملا جلا رنگ تھا۔ اس کا دل کیا جھوٹ کہہ دے لیکن نہ کہہ سکی۔

"انکل جی! آج کا فیصلہ ہمارے حق میں آیا ہے مگر ابھی آپ کو زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمیں آگے مزید اچھا کیس بنانے کی تیاری کرنی ہے لیکن میں سب دیکھ لوں گی اور آپ کو فکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے تسلی آمیز انداز میں کہا۔

"کیسے فکر مند نہ ہوں وکیل صاحبہ! ہر کوئی آپ سے کیس واپس لینے کا کہہ رہا ہے کہ آپ ایک اچھی وکیل نہیں ہیں۔" وہ فکر مند تھے۔

"تو آپ نے کیا سوچا؟" اس کی ساری بے نیازی ہوا ہوئی۔ یہ انکل وکیلوں کو اس سے مسئلہ کیا تھا؟

"میں ولی محمد کی بیٹی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اب تک کیس کی ہر کامیابی آپ کی محنت اور لگن کا نتیجہ ہے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے میڈم۔ مجھے اپنا وکیل نہیں بدلنا۔" وہ مسکرا اٹھی اور دعائیں لینا اس کی کل اجرت تھی۔

"آپ ولی محمد کو جانتے ہیں نا؟ وہ میرے بابا ہیں۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو سکتی ہے لیکن وہ اپنی بیٹی کی سفارش نہیں کر سکتے لیکن یہاں سب کو لگتا ہے میں ان کی تگڑی سفارش پر آئی ہوں تبھی ہراس کرتے ہیں۔" ان کی جانب سے خود پر اعتماد کا یقین ہوتے ہی اس نے سادگی سے کہا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ان کے خلاف کوئی شکایت وغیرہ کیوں نہیں کرتیں؟"

"شکایت کرنے کے بعد بھی مجھے ان لوگوں کے ساتھ یہیں کام کرنا ہے انکل! اسی لیے انھیں اپنے طریقے سے ڈیل کرنے کی کوشش کرتی ہوں' باقی اللہ دیکھ لے گا۔ ویسے انہوں نے میری ورک پلیس پر مجھے ہراس کیا ہے' میں تو اپنی باری کا انتظار کر رہی ہوں کہ کب بال میرے کورٹ میں آتی ہے؟ خیر اب چلتی ہوں۔ رائڈ بک کی تھی' کار آگئی ہے اور دعا کریں سب ایسے اچھا ہی چلتا رہے۔" اس نے مسکرا کر اتنی خطرناک بات کر دی کہ وہ ہکا بکا سے اسے کار کی جانب جاتا دیکھتے رہے۔ کیا وہ ولی محمد کی بیٹی پر بھروسہ کر کے ٹھیک کر رہے تھے؟

کار میں بیٹھتے ہوئے سیدہ مہرنگ ملک کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ تھی جو بتا رہی تھی کہ وہ ہر چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہے۔ چھری کے لاکٹ کو انگلیوں میں گھماتے وہ آگے کا لائحہ عمل طے کر رہی تھی۔ کوئی جگرے والا ہے جو اسے روک کر بتائے؟

☆☆☆☆☆

کوئٹہ' بلوچستان

اس نے اپنے کمرے میں آتے ہی دروازہ بند کیا اور اس سے ٹیک لگائے کھڑا رہا۔ یہ سب ایسے نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ اس سب کے لیے قطعی طور پر تیار نہیں تھا۔ وہ سرداری جیسی ذمہ داری نہیں لے سکتا تھا۔

"میرے کندھوں پر اتنی بھاری ذمہ داری ڈال کر آپ کیسے جا سکتے ہیں؟" دل کا شکوہ آخر کار زبان پر آ ہی گیا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں اور وہ اپنا سینہ مسل رہا تھا۔ دکھ، بے چینی، تکلیف حد سے سوا تھی۔ اس کے ذہن میں خیالات کی ایک طوفانی لہر دوڑ رہی تھی۔ ایک کے بعد ایک سوچ دماغ کی سلیٹ پر نمودار ہوتی اور اسے مزید تکلیف سے دوچار کر جاتی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا اور ساتھ ہی ایک نسوانی آواز آئی۔ اپنے آپ کو کمپوز کر کے وہ دروازے سے پیچھے ہٹا۔ چہرے اور بالوں پر ہاتھ پھیر کر خود کو ریلکس کیا اور دروازہ کھول دیا۔ اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس کا دل کیا دھاڑے مار مار کر روئے۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ آخر ایسے حالات میں وہ مسکرا کیسے سکتی ہے؟

"دیکھ لیں نشی کتنی بہادر ہے، کسی کے سامنے نہیں روئی۔ بس آپ کا انتظار کیا۔" وہ کہتے ہوئے اندر آ گئی۔ اس نے دروازہ بند کیا اور اسے دیکھے گیا۔ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی اس تک پہنچی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ کیا ہوا ہے؟" وہ فکر مند لہجے میں بولی۔ سردار نے ایک لمحے کے لیے اپنی بھتیجی کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف اور پریشانی کے آثار نہیں تھے۔ وہ نارمل لگ رہی تھی۔

"نشی میرا خاندان اجڑ گیا۔ یار اب ہم کیا کریں گے؟" وہ بیڈ کے پاس زمین پر بیٹھ گیا اور اس کی آنکھوں کے ڈورے سرخ ہونے لگے۔

وہ بھی اس کے پاس بیٹھی اور بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگا لی۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلکنے لگے۔ اس انسان کے سامنے فلٹر لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اس کے دل کا حال جانتا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے بسی اور دکھ کا سایہ چھانے لگا تھا جیسے وہ بھی اپنے دل کے اندر ایک سمندر بھر کا غم لیے بیٹھی ہو۔

"مجھے رونا کیوں نہیں سکھایا؟ میں اتنے بڑے کرائسز کے بعد رو بھی نہیں پا رہی۔ میرے ماں باپ چلے گئے اور میں بے حس بنی رہی۔ آپ کہتے تھے رونے سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔ میں نہیں روئی تو بھی میرا مسئلہ حل کیوں نہ ہوا؟" وہ اس سے شکوہ کر رہی تھی۔ "چاچو! مجھے امی ابو کی یاد آ رہی ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا نشاء کی زندگی

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

میں ایسا کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ نشاء کے آس پاس موجود لوگ طاقتور اور بہادر ہیں۔ وہ اعلیٰ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ سب نشاء کی حفاظت کریں گے۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"امی ابو کی کی ہنسی، ان کے گلے لگنے کا احساس، ان کی باتیں...وہ سب خواب سا کیوں لگ رہا ہے اب؟ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ امی کے بغیر مجھے یہ دنیا اتنی خالی لگے گی...ابو کے بغیر مجھے اتنی بے بسی محسوس ہو گی کہ میں ہر ہنستے چہرے سے حسد کروں گی۔ میں نہیں جی پاؤں گی ناچاچو! انھیں واپس لے آئیں۔" سردار نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا مگر اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ کچھ بھی تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ نشاء نے سردار کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں دکھ کی شدت صاف نظر آ رہی تھی۔

"چاچو میں پچھلی تین راتوں سے نہیں سوئی، مجھے میرے امی ابو واپس چاہیے، مجھے حقیقت کا سامنا نہیں کرنا۔ آپ میرے لیے سب کر سکتے ہیں نا؟ انھیں واپس لے آئیں۔ ڈیرے کے کسی لڑکے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی، کسی بڑے کی غلط بات کی درستگی نہیں کروں گی بلکہ ویسی بن جاؤں گی جیسی دادی اور امی کو چاہیے تھی' باادب اور باسلیقہ! پلیز آپ سب ٹھیک کر دیں۔ آپ سب ٹھیک کر دیا کرتے ہیں۔" اور نشاء عبدالرحمٰن اس کے سینے پر سر رکھے زور زور سے روئے جا رہی تھی۔ اس کی آواز میں بے بسی تھی جو اسے اندر ہی اندر توڑے جا رہی تھی۔ رونے کے لیے کوشش نہیں کرنی پڑتی یہ خود بخود ہو جاتا ہے، ہنسنے کے لیے کوشش کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ اسے کسی طرح کی ہمت نہیں دلا پایا کہ اس صورتحال سے کیسے نکلنا ہے؟ اس نے کبھی اپنی بھتیجی کو نہیں بتایا تھا جب اس کے والدین وفات پا جائیں گے تو وہ کیا کرے گی؟ اسے کیا کرنا چاہیے؟ وہ اس وقت خود کو بے بس پاتا تھا۔

"نشی میں جانتا ہوں یہ دکھ بہت بڑا ہے۔ اس دکھ کی تکلیف ہماری ہڈیاں تک جلا رہی ہے لیکن یاد رکھنا ہم کمزور نہیں ہیں۔ میں تمہیں رونے سے نہیں روک سکتا پر ہم قصاص لیے بغیر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ہم خون کے بدلے خون پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں اور مجھے میرے خاندان کی قسم میں انھیں نہیں چھوڑوں گا۔ وہ اپنے کیے کی سزا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بھگتیں گے۔ تم رولو جتنا رونا چاہتی ہو۔ رولو پر حقیقت نہ ابھی بدلے گی اور نہ کل بدلے گی۔" اپنے آنسوؤں کو اندر اتارے وہ مضبوط بنے کہہ رہا تھا اور اسے اب مضبوط بننا تھا۔

کندھوں پر بھاری ذمہ داری کیا پڑی؟ ساری انا اور واحدانیت چکنا چور ہو گئی۔ خاندان کی اہمیت تب سمجھ میں آئی جب خاندان سارا اجڑ گیا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ سردار نہیں بننا چاہتے لیکن ابو امی کے قتل کے بعد یہ ذمہ داری آپ پر آ گئی ہے۔ یہ مشکل ہے نا؟" وہ کہنا چاہتا تھا کہ ہاں مشکل ہے' اتنا مشکل کہ کندھے ڈھلک جائیں اور سانس اکھڑ جائے۔ اس نے کبھی سربراہ بننے کی کوشش نہیں کی تھی اور وہ خود کو سردار بننے کے قابل نہیں پاتا لیکن ان حالات میں وہ ایسا کیسے کہہ سکتا تھا؟

"میں کبھی اس گاؤں میں واپس نہیں آنا چاہتا تھا۔ شہری زندگی میری منشاء تھی لیکن حالات نے ایسا طمانچہ مارا کہ میری منشاء کی کوئی وقعت ہی نہیں رہی۔ میں اس وقت کچھ سوچ سمجھ نہیں پا رہا۔ میں نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے ایک دن یہ سب سنبھالنا پڑے گا لیکن بھائی کو یہ سب معلوم تھا' انہیں الہام تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا اور وہ مجھے اس خاندان کا ولی بنا کر چلے گئے۔ میں ان کا کہا نہیں ٹال سکتا نشی اسی لیے اب مجھے ایک مضبوط سردار بننا ہے' چاہے یہ دل نہ چاہے۔" نشاء آنکھوں میں آنسو لیے اسے دیکھے گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اس شخص کے لیے یہ ذمہ داری کتنی بھاری ہے جو یہاں کی روایات کے خلاف ہے اور سرداری نظام کو صرف امیر وڈیروں کا شغل سمجھتا ہے۔

"ہم لڑیں گے بھی اور جیتیں گے بھی۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔" نشاء نے جھٹ سے اپنے آنسو صاف کیے مگر وہ نہ کر سکا' اسے رونا تھا اور ڈھیر سارا رونا تھا لیکن رونے سے مسئلے کب حل ہوئے ہیں؟

☆☆☆☆☆

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پمز ہسپتال' اسلام آباد

دوپہر کے وقت اسلام آباد میں چہل پہل عروج پر تھی اور دوپہر کا سورج ڈھلنے کے قریب تھا۔ شہر کا ہر گوشہ زندگی سے بھرپور تھا لیکن پمز ہسپتال کے اندر ایک عجیب موت کا سماں چھایا رہتا تھا۔ پمز ہسپتال کا حال بھی عام ہسپتالوں سے الگ نہیں تھا۔ ہسپتال میں معمول کا رش اپنی جگہ موجود تھا' لوگ اپنی تکالیف میں مبتلا' ڈاکٹرز بے حد مصروف اور نرسیں مختلف کاموں میں مگن! ایمرجنسی وارڈ میں جھانکو تو مچھلی بازار کا گمان ہو۔

ڈھلتے سورج کی نارنجی کرنیں ہسپتال کی کھڑکیوں سے اندر آ رہی تھی۔ اس وقت وہ بریک پر آئی تھی کہ دوپہر میں بھی اسے کچھ کھانے کا وقت نہیں مل سکا تھا۔ وہ کامن روم میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے سامنے مریضوں کی فائلوں کا انبار لگا ہوا تھا جو ایک سینئیر ڈاکٹر نے اسے "**گدھا**" سمجھ کر اس کی کمر پر لاد دیا تھا لیکن فی الحال اس کا ذہن کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی جو وہ نظر انداز کر رہی ہے اس سے کسی کی مدد ہو سکتی ہے لیکن وہ کچھ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی جو اسے یہاں سے نکلوانے کا سبب بنے۔

اچانک سے اس کا فون بجا تو وہ ڈر سی گئی۔ فون اٹھایا تو دوسری طرف نرس تھی جس کی آواز میں ایک عجیب سا اضطراب تھا۔ اس نے تھکاوٹ سے اس کی پوری بات سنی۔ اس کی سبز آنکھوں میں بیزاری اُمڈ آئی۔

"ڈاکٹر! آپ کو فوراً ایمرجنسی وارڈ میں آنا ہو گا۔ ایک مریض کی حالت سنگین ہے اور یہاں کوئی سینئیر ڈاکٹر نہیں ہے۔"

"دفعان ہو گئے ہونگے سب چائے کے بریک پر!" فون بند کرنے کے بعد وہ بڑبڑائی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ایک وہ تھی جس نے ہسپتال کی بھاگ دوڑ میں دن کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور یہ لوگ تھے جو چائے پر بھی چلے گئے تھے۔ وہ کامن روم سے باہر آئی جہاں معمول کا شور شرابا جاری تھا مگر اس کے قدموں میں ایک عجیب سی بے چینی تھی جیسے کچھ غیر معمولی ہونے والا ہے۔ وہ اپنا سفید کوٹ درست کرتے ہوئے لمبے کوریڈور میں چلتی جا رہی تھی۔ دل ایک عجیب سی گھبراہٹ سے دھڑک رہا تھا۔ بھوک کی شدت نے ایمرجنسی وارڈ تک کا راستہ دشوار کر دیا تھا لیکن وہ چل رہی تھی تو اس کے جوتوں کی آواز سفید ٹائلوں پر گونج رہی تھی۔

وارڈ کے دروازے تک پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور گہرا سانس لیا۔ اندر کا منظر اسے حیران کرنے کے لیے کافی تھا۔ وارڈ کے کونے میں 'ایک بستر کے پاس' سیدہ مہرنگ ملک کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی چوٹ کا نشان نہیں تھا اور نہ وہ کسی مریض کی طرح نظر آتی تھی۔ وہ مکمل طور پر ہوش میں اور پرسکون کھڑی تھی۔ وہ اسے یہاں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کتنے سال ہو گئے تھے جب انہوں نے آخری مرتبہ بات کی تھی؟

"مائدہ!" مہرنگ نے مزے سے اسے پکارا۔ مائدہ اور کزائی کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں جاگا تھا۔ نہ حیرت، نہ خوشی، نہ افسوس! جیسے وہ اس ایک لمحے کی اہمیت سے بے خبر ہو جو سب پہلے جیسا کر سکتا تھا۔ مائدہ چند لمحوں تک خاموش کھڑی رہی۔

"تم یہاں کیسے؟" اس کے سوال میں حیرت اور الجھن دونوں شامل تھے۔ وہ سنبھل چکی تھی۔ وہاں کوئی ایسا مریض نہیں تھا جسے بروقت ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہو۔

"مجھے بھی نہیں معلوم کہ میں یہاں کیسے آ گئی؟ آج اچانک لگا کہ مجھے یہاں ہونا چاہیے۔۔۔ اور میں آ گئی۔" مہرنگ نے سادگی سے جھوٹ کہا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مائدہ نے کچھ فلسفی انداز میں کہنا چاہا مگر یہ کوئی عام ملاقات نہیں تھی اور نہ ہی یہ عام حالات تھے کہ وہ مشکل گفتگو کرتی۔ وارڈ کی فضا میں ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہونے لگا۔ وہ چند پل اسے گھورتی رہی اور پھر مسکرا اٹھی۔

"کمینی جھوٹ کسی اور سے کہنا۔ بول تجھے کیا کام ہے؟" سسپینس پھیلائے رکھنے کے بعد جب وہ بولی تو وہ پرانی اور اپنی مائدہ ہی لگی۔ وہی بے باکی اور وہی بے ساختگی۔ وہ پٹھان جو بات بعد میں کرتی گالی پہلے دیتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ یہ ملاقات اتفاقیہ نہیں ہے کیونکہ عرصہ ہوا تھا وہ اتفاق سے اور نارمل حالات میں ملنا چھوڑ چکی تھیں۔ ایک دوسرے کی کال اور میسج کو مصروفیت کی نذر کر دیا کرتی تھیں اور نہ ملنے کو بہانوں کی لمبی لسٹ سناتی تھیں۔

اور جب سیدہ مہرنگ ملک نے اسے ملاقات کا مقصد بتایا تو اسے یقین ہو چلا کہ کوئی اسے ایمانداری سے کام کرتا دیکھ ہی نہیں سکتا۔

☆☆☆☆☆

کوئٹہ، بلوچستان

شہر کی سرد شام دھیرے دھیرے اپنے سائے لمبے کرتی جا رہی تھی اور پہاڑوں سے ٹکراتی ہوا کی سرسراہٹ حویلی کی موٹی دیواروں سے ٹکرا کر گم ہو جاتی۔ یہ قلعہ نما حویلی اپنے آپ میں وقت کا ایک خاموش گواہ تھی جس کے ہر کونے میں ماضی کی ایک داستان چھپی ہوئی تھی لیکن آج اس حویلی کے وسیع ہال میں وہ خاموشی ٹوٹ چکی تھی۔ آج کے دن کی اہمیت اس قدیم عمارت کی دیواروں پر بھی محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ خود بھی اس لمحے کے وزن کو جانتی ہوں۔ دیواروں پر لٹکے سنہرے چراغوں کی ہلکی روشنی میں ہر طرف مختلف لوگ اور مختلف زبانوں کی سرگوشیاں گونج رہی تھیں۔ بلوچی، براہوی، پشتو اور کبھی کبھی اردو الفاظ کے ٹکڑے! بلوچ سرداری کے قصے، ماضی کے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

واقعات اور مستقبل کی توقعات، سبھی کو ایک پل میں محسوس کیا جا سکتا تھا۔ ہر قبیلے کی اپنی ایک الگ کہانی تھی مگر آج کی تقریب نے سب کو ایک جگہ اکھٹا کر دیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے پورا بلوچستان آج یہاں اکٹھا ہو گیا ہو۔

ہال کے اندر موجود لوگوں کا ہجوم اگرچہ باوقار تھا مگر ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی سرد مہری چمک رہی تھی۔ قبیلے کے مختلف لوگ، بزرگ اور نوجوان، اپنی اپنی مخصوص پوشاکوں میں ملبوس تھے۔ مرد حضرات سر پر عمامے باندھے ہوئے جبکہ خواتین روایتی لباس میں ملبوس! سبھی اس لمحے کا انتظار کر رہے تھے جب پگ (پگڑی) نئے سردار کے سر پر رکھی جانی تھی۔ سردار بننا محض ایک عہدہ نہیں تھا' یہ ایک عزم تھا' ایک ذمہ داری تھی جو نسلوں تک اپنے اثرات چھوڑتی تھی۔

(پگ پہنانا بلوچوں کی ایک روایتی رسم ہے جو احترام اور وفاداری کی علامت سمجھی جاتی ہے جو عموماً ایک نئے سردار کی تقرّری یا کسی اہم موقع پر انجام دی جاتی ہے۔ بلوچوں میں جب بھی کسی سردار کی تقرری ہوتی تو علاقے کے تمام قبائلی افراد اور بزرگ سردار کے ساتھ اپنے احترام اور وفاداری کا اظہار کرنے کے لیے جمع ہوتے۔ سردار عموماً روایتی بلوچی لباس، پگڑی اور قیمتی لباس میں ملبوس ہوتا جو اس کے مقام اور مرتبے کی علامت مانا جاتا تھا۔)

حویلی کے ہال میں پرانے مگر شان و شوکت سے مزین قالین بچھے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے فانوسوں کی مدھم روشنی چھت سے ٹکرا کر نیچے جھک رہی تھی اور ہال کے درمیان میں رکھی بڑی میز پر وہ پگڑی موجود تھی جسے قبیلے کے ایک بزرگ نے اپنے ہاتھوں سے نئے سردار کو پہنانا تھی۔

سردار کی آمد ہوئی۔ سارے میں خاموشی چھا گئی۔

سردار کے ہال کے داخلی دروازے سے داخل ہونے سے لے کر سرداری کی کرسی تک پہنچنے تک خاموشی نہ ٹوٹی اور جب وہ کرسی پر بیٹھ گیا تو ساری نظریں اس جانب کو ٹک گئیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ نوجوان مرد جو ہلکے نیلے رنگ کی قیمتی شال اوڑھے، نفیس سفید لباس میں ملبوس، پتھر کی کرسی پر بیٹھا تھا خاصا سنجیدہ نظر آتا تھا۔ وہ آج کی محفل کا مہمان خصوصی تھا۔ وہ اضطراب کی کیفیت میں تھا جیسے وہاں کے ماحول سے مکمل طور پر مطمئن نہ ہو۔

"جب سردار کو پگڑی پہنائی جائے گی تب خاموشی کا وہ لمحہ آئے گا جس میں صدیاں سمٹ جائیں گی۔ پگڑی کا ہر پیچ، ہر بل، سرداری کی عظمت، عزت اور وقار کو بیان کرے گا اور اس نئے سردار کے سر پر وہ پگڑی رکھتے ہی وقت جیسے ایک پل کے لیے رک جائے گا۔ ایک سردار کی داستان ختم اور دوسرے سردار کی شروعات ہو گی۔" ایک بزرگ چند قبائلی نوعمر لڑکوں کو سسپنس ڈال کر کہانی بتا رہے تھے۔

یہ وہ دن تھا جس سے بچنے کے لیے اس نے نوکریاں کیں اور خود کو ہنر مند بنانے کے لیے سر توڑ کوشش کی اور آج وہ وقت تھا کہ اسے سردار کی پگ وراثتی حق کے تحت قبول کرنا تھی لیکن دل کے کسی کونے میں وہ اس ذمہ داری سے بھاگنا چاہتا تھا۔ اس کے بھائی کی المناک موت کے بعد قبائل کے لوگوں نے اسے بلا لیا تھا۔ ان کی نظریں اسے امید اور رہنمائی کی نظروں سے دیکھ رہی تھیں مگر وہ جانتا تھا کہ وہ یہ بوجھ اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہے۔

تقریب کو نہایت سادگی کے ساتھ ادا کیا جانا تھا۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ اس پگڑی کا وزن صرف کپڑے کا نہیں بلکہ ذمہ داریوں اور روایات کا بوجھ بھی اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے۔

فضا میں خاموشی اور بوجھل پن کا احساس بڑھنے لگا۔ قلعے کے بڑے ہال میں سینکڑوں آنکھیں ایک ہی نقطے پر مرکوز تھیں۔

تقریب شروع ہوئی۔

قبائلی بزرگ نے آگے بڑھ کر ہاتھ میں روایتی پگڑی تھامی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پگڑی کی لمبی پھندیاں اور نفیس کڑھائی، اُس کی عظمت اور تاریخ کی گواہ تھیں۔

بزرگ نے پگڑی کو اٹھایا اور نوجوان کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔

وہ گردن اکڑائے سامنے دیکھتا رہا۔ خود پر ہزاروں ضبط باندھے وہ سنجیدہ تھا۔

"یہ عزت ہے' ذمہ داری ہے اور ہماری روایات کا تقاضا ہے کہ تم سردار بنو۔" بزرگ کی آواز میں ایک گونج تھی۔

اس نے ایک لمحے کے لیے اپنی آنکھیں بند کیں جیسے اندرونی جنگ کو کچھ پل کے لیے ڈپٹ کر سلانا چاہ رہا ہو۔ ذہن میں گونجتے خیالات کو رام کرنا چاہ رہا ہو۔ اپنی آزادی کا خواب، اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی خواہش، سب کو پرے دھکیلنا چاہ رہا ہو۔ ہاں وہ چاہتا تھا کہ یہ سب ایک خواب کی طرح ختم ہو جائے مگر جانتا تھا کہ سب حقیقی ہے۔ وہ ایسی ذمہ داریوں سے بھاگتا تھا اور آج وہ اس کے گلے پڑ گئی تھیں۔

اس نے ایک گہری سانس لی' اپنے دل کی دھڑکن کو قابو میں کیا اور کھڑے ہو کر آہستہ سے اپنے سر کو جھکا دیا۔ بزرگ نے احترام کے ساتھ پگڑی کو اس کے سر پر رکھ دیا۔ ہجوم میں ایک خاموشی چھا گئی اور پھر اچانک شور اور دعاؤں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔

اس کے سر پر سرداری کا بوجھ رکھ دیا گیا۔

وہ سردار بن چکا تھا۔

چاہے اس نے چاہا تھا یا نہیں۔

اس کے کندھوں پر ایک نئی ذمہ داری آن پڑی تھی۔

ایک نئی شناخت اور ایک نئے راستے کی شروعات تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کا دل بھاری ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

پمز ہسپتال' اسلام آباد

مائدہ نے تعجب سے مہرنگ کو دیکھا جیسے وہ اس قسم کی مدد مانگنے کی امید نہیں کر رہی تھی۔ ہسپتال کی کینٹین میں بیٹھے مائدہ اور کزائی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کے صاف ستھرے ماتھے پر شکنیں آ چکی تھیں۔

"اور تم یہ مدد کس انداز میں چاہتی ہو؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔ مہرنگ اپنی آستین کے بٹن درست کرتے آگے کو ہوئی۔ گلے میں لٹکا K2 والا لاکٹ آگے کو جھول گیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا مائدہ کے کان میں سرگوشی کی صورت میں ساری بات بتائے لیکن مائدہ ٹھہری **"پھٹا ڈھول"** جو چاہ کر بھی آہستہ آواز میں بات نہیں کر پاتی تھی۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم اس مردہ جسم کو قانونی طور پر خودکشی قرار مت دو۔ مجھے معلوم ہے یہ تمہارے پیشے کے اعتبار سے غلط ہے لیکن وہ خودکشی نہیں تھی۔ میں پچھلے دو سالوں سے زین العابدین کے ساتھ کام کر رہی تھی وہ خودکشی نہیں کر سکتا۔ مجھے اس کا پوسٹ مارٹم کروانا ہے۔" وکیل صاحبہ نے سادگی سے کہتے اس کی دنیا تہہ و بالا کی تھی۔

"مہرو تمہارا دماغ درست ہے؟ کل اس کا پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے۔ تم کسی کی لاش کی بے حرمتی کیسے کر سکتی ہو؟" مائدہ کو یقین نہیں آیا۔ "میرے پیشے کا اصول ہے کہ میں اپنے مریضوں کی زندگی اور موت کے معاملے میں سچائی اور انصاف کی پیروی کروں۔" مہرنگ نے قدرے خفیف سے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ ایک تو اس عورت کا ایمانداری کا بھوت کوئی اتار دے!

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ایسے مت کہو مائدہ جیسے تم نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے کبھی ایسا کچھ کیا ہی نہ ہو۔"

"اوہ شٹ اپ! ذاتی مفاد؟ یہ تم کہہ رہی ہو مہرنگ؟" وہ خاموش رہ گئی اور پھر اس نے پرس سے ایک کاغذ نکالا اور مائدہ کی طرف بڑھایا۔ اس کی لمبی اور پتلی انگلیاں خوبصورت تھیں۔

"یہ وہ معلومات ہیں جو اب تک مجھے ملی ہیں اور اتنی اندرونی معلومات میں تمہیں صرف اسی لیے دے رہی ہوں تاکہ تم سمجھ سکو کہ میں اس معاملے میں کس قدر انوالو ہوں۔ اگر میں سچائی سامنے نہ لا سکی تو ایک کولیگ کی موت کی ذمہ دار ٹھہرائی جاؤں گی، پلیز صرف اس مرتبہ میری مدد کر دو۔ اس نے خودکشی نہیں کی تھی۔"

"مہرنگ تمہیں میرے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔" مائدہ نے کاغذ کو بغور دیکھا اور پھر اس نے سرد مہری سے کہا۔ مہرنگ اس کی بات سنی تو اس کے چہرے پر ایک مدھم سی مسکراہٹ آگئی۔

"مائدی میں جانتی ہوں یہ تمہارے لیے مشکل ہے لیکن اس وقت تمہاری مدد ہی سچائی کو سامنے لا سکتی ہے۔" پہلی معصومانہ کوشش!

"مجھے نہیں کرنی یار تمہاری مدد! جاؤ یہاں سے۔" وہ اب کے ناراضگی سے بولی۔ مہرنگ کے چہرے پر مایوسی کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ تھوڑی سی جذباتی بھی نظر آنے لگی بس مگر مچھ کے آنسو نکلنے کی دیر تھی۔

"مجھے واقعی تمہارے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔ مجھے لگا ابھی دوستی میں مدد کی گنجائش باقی ہے۔ ہمارے درمیان اتنا اچھا رشتہ تو تھا ہی کہ کسی کی مدد سے کبھی انکاری نہ ہوں لیکن میں غلط تھی۔ مجھے واقعی تمہارے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔" مہرنگ نے ایک آخری نظر اسے دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ **(روک بھی لو اب۔)** لیکن مائدہ نے سر نہیں اٹھایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ افسوس کے ساتھ وہاں سے نکل گئی۔مائدہ نے اسے خاموشی سے جاتے دیکھا تو اس کے دل میں کھنچاؤ سا پڑا۔وہ اسے ایسے کیسے جانے دے سکتی ہے؟وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر وہیں بیٹھی رہی۔وہ دوستوں کو انکار نہیں کرتی تھی۔

اف مائدی!

وہ کرسی سے اٹھی اور باہر کی جانب بھاگی جہاں مہرنگ اپنے فون پر کچھ دیکھ رہی تھی۔

"پوسٹ مارٹم رپورٹ دو دن تک بن جائے گی۔اگر دوبارہ پوسٹ مارٹم کرنا ہے تو آج یا کل میں ہی کرنا ہو گا اور میری وہاں تک رسائی مشکل ہے۔"اس نے بے حد ناراضگی اور خفگی سے کہا۔

مہرنگ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔"شکریہ مائدی!"اس نے فرط جذبات سے کہا۔

مائدہ اسے "پرے مر" کہتی دور ہو گئی اور اس کے گال سرخ ہو گئے۔ایک پٹھان اور بد دیانت؟آہ اس کی ایمانداری خطرے میں تھی۔وہ چلا چلا کر رونا چاہتی تھی لیکن کوئی چارہ نہیں تھا۔وہ دوستوں کو انکار نہیں کرتی تھی۔

☆☆☆☆☆

کوئٹہ،بلوچستان

نوجوان سردار کے سر پر پگڑی سجتے ہی ہجوم میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی۔سب نے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو کر تالیاں بجائیں اور دعاؤں کی صدائیں بلند ہوئیں۔اس نے سارے میں ایک استہزائیہ نگاہ ڈالی۔ابھی ان سب کا بلڈ پریشر شوٹ کرنے والا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کچھ ہی دیر بعد ہال میں خاموشی چھا گئی جب قبائلی بزرگ نے بولنا شروع کیا۔ اس نے دلچسپی سے ان کی جانب دیکھا۔

"سردار بلوچ! اب وقت آ گیا ہے کہ تم اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لو۔ تمام قبیلے کے بزرگوں کا متحدہ فیصلہ ہے کہ امن قائم کرنے کو خون بہا لیا جائے۔" وہ انہیں سنتے ہوئے سر اثبات میں ہلا گیا۔ سب کی آنکھوں میں سوال تھا کہ آیا وہ قبائلی روایات کے تحت قصاص اور بدلہ لے گا یا امن کی راہ اختیار کرتے ہوئے خون بہا میں مخالفوں کے قبیلے کی کسی عورت سے شادی کرے گا؟ نئے سردار کی سرداری کا سوال تھا۔

"بزرگوار! مجھے آج سرداری کی ذمہ داری اٹھانے دیجیے۔ اس بارے میں آئندہ جرگے میں بات ہو گی۔" اس نے شائستگی سے معاملہ ٹالا کہ وہ قاتلوں کو روایتی سزا دینے کے حق میں نہیں تھا۔ چہ مگوئیں شروع ہوئیں تو بہزاد اسماعیل اس کے کان کے پاس جھکا۔

"آج جرگہ کی تاریخ بھی ہے اسی لیے تمام قبائل اکھٹے ہوئے ہیں۔ سردار کو اپنی سرداری کا ثبوت پہلے جرگے میں ہی دینا ہوتا ہے۔" اس کی سانسیں ایک لمحے کو رک سی گئیں۔ اس کے دل میں غصہ اور انتقام کا لاوا ابال مارنے لگا اور خون بہا؟ وہ مر کر بھی ایسا نہ کرتا۔ وہ چاہتا تھا کہ قاتلوں کو سخت سے سخت سزا ملے۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر قبیلے کے بزرگ کی طرف دیکھا جن کی نظریں اُس کے فیصلے کی منتظر تھیں۔

"مجھے خون بہا نہیں چاہیے۔" سردار کے الفاظ نے وہاں موجود ہر وجود کو ساکت کر دیا تھا۔ چند لمحوں بعد سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔ قبائلی مرد اور بزرگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے جیسے وہ سردار کے اس فیصلے پر متفق نہ ہوں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"سردار! ہم سب یہاں امن چاہتے ہیں۔ قصاص آپ کا حق ہے لیکن خون بہا لینے کی رسم بھی ہمارے قبیلے کے درمیان صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ اگر ہم اس رسم کو نظر انداز کریں گے تو دشمنی ختم نہیں ہو گی اور یہاں کبھی امن قائم نہیں ہو سکے گا۔"

"اداشیر دل! میں آپ کی روایات کا احترام کرتا ہوں مگر جیسا خون بہا آپ سب چاہتے ہیں اس کے ذریعے امن قائم کرنا ایک معصوم لڑکی کی زندگی کا سودا کرنے جیسا ہے۔ ہم کیسے انصاف کی بات کر سکتے ہیں جب ہم خود ایک ظلم کرنے کی تیاری کر رہے ہوں؟"

"سردار! عبدالرحمٰن صرف تمہارا بھائی نہیں ہمارا سردار بھی تھا جسے قتل کیا گیا۔ اگر ہم قصاص نہ لیں تو خون بہا کے بغیر ہم اپنی غیرت کیسے بچا سکتے ہیں؟ ہم اپنے دشمنوں کو کیسے دکھائیں گے کہ ہم کمزور نہیں ہیں؟" ایک اور قبائلی رکن کھڑا ہو کر سنجیدگی سے بولا۔

"میں یہ مانتا ہوں کہ آپ سب اپنے سردار کی موت کا بدلہ چاہتے ہیں لیکن یاد رکھیں، غیرت اور عزت کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے ہی لوگوں کی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیں۔ ہم کیوں معصوموں کی قربانی دے کر اپنے دشمنوں کے سامنے مضبوط نظر آنے کا ڈھونگ کریں؟ کیا ہمارا حوصلہ اتنا کمزور ہے کہ ہم ایک معصوم لڑکی کو بطور سودا استعمال کریں اور اسے سو کالڈ امن کا نام دیں؟" سردار کی مضبوط آواز پر سارے میں خاموشی چھا گئی۔ ہجوم میں مزید بے چینی پھیل گئی۔

"بیٹا! ہم تمہاری نیت کو سمجھتے ہیں مگر یاد رکھو! یہ ہمارے قبیلے کی روایت ہے۔ اگر ہم اس روایت کو توڑیں گے تو دوسرے قبائل ہمیں کمزور سمجھیں گے اور یہ دشمنی کبھی ختم نہیں ہو گی پھر امن کے بارے میں سوچنا محال ہو جائے گا۔" ایک بزرگ جن کی داڑھی برف کی طرح سفید تھی، اٹھے اور نرم لہجے میں بولے۔ سردار نے بزرگ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں احترام کے ساتھ ایک سختی بھی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"بابا! روایات اہم ہوتی ہیں لیکن انصاف اور انسانیت اس سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ اگر ہمیں اپنے دشمنوں کو یہ دکھانا ہے کہ ہم مضبوط ہیں تو ہمیں اپنے اصولوں پر قائم رہنا ہو گا۔ خون بہا میں پیسے لیے جاسکتے ہیں، مویشی لیے جاسکتے ہیں لیکن ایک معصوم عورت کی زندگی؟ کونسی صدی میں رہتے ہیں آپ سب؟ یہ ونی کی رسم ظلم کے سوا کچھ نہیں اور میں کسی صورت ایک معصوم لڑکی کو ظلم کا شکار نہیں بننے دوں گا۔" جرگے میں موجود عورتوں نے دوپٹے دانتوں میں لے لیے۔ ایسا فیصلہ کسی سردار نے کبھی نہیں لیا تھا۔ اس قبیلے کی تاریخ میں تو کبھی نہیں!

"لیکن سردار! اگر ہم ونی نہ کریں تو قصاص اس جنگ کو مزید ہوا دے گا۔ آج تم ان کا بندہ مارو گے اور کل کو وہ ہمارا۔ کیا تم اس کی ذمہ داری خود اٹھا سکتے ہو؟ کیا تم اپنی جان کی قیمت پر امن قائم کر سکتے ہو؟" ایک قبائلی جوان نے چیخ کر کہا۔ اس نے گردن موڑ کر سرد نظروں سے اس جوان کو دیکھا اور اگلے کئی لمحے اسے دیکھتا رہا کہ وہ سٹپٹا کر واپس بیٹھ گیا۔

وہ اپنی شال درست کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں۔ اگر دشمنوں کو لگتا ہے کہ ہم کمزور ہیں تو وہ آئیں اور ہمارا سامنا کریں۔ میں قصاص لوں گا اور قانونی طور پر لوں گا لیکن کسی صورت ایک بے گناہ کو اس دشمنی کی آگ میں نہیں جھونکوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" سردار کا آخری فیصلہ اس وقت پتھر پر لکیر سمجھا گیا تھا۔ ہجوم میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی جیسے سب کو احساس ہو گیا ہو کہ سردار کی مرضی کے آگے کسی کی نہیں چل سکتی۔ وہ جان گئے تھے کہ یہ سردار اپنے اصولوں کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گا چاہے حالات کچھ بھی ہوں۔ اس نے ایک نگاہ سارے میں ڈالی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس ہال سے نکلتا چلا گیا۔

پیچھے غیض و غضب کا ایک بازار سا لگ گیا تھا کیونکہ کسی نے اس کے فیصلے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

☆☆☆☆☆

اسلام آباد' پاکستان

آٹھ سال قبل:

اسلام آباد کی آب وہوا ستمبر کے مہینے میں نہایت غیر متوقع رہتی تھی۔ آج بھی موسم ویسا تھا کہ ایک لمحے کے لیے طوفانی بارش اور دوسرے ہی لمحے شدید حبس اور اس شدید حبس سے تنگ ہونے کے باوجود مائدہ اور کزائی نے اپنے دو ہفتے سے جوڑے گئے کپڑوں کو دھونے کا فیصلہ کیا تھا۔ آج اس کا موڈ غیر معمولی طور پر خراب تھا کہ اس کے کمرے میں ایک نئی لڑکی رہنے کے لیے آنے والی تھی۔ وہ صرف ایک روم میٹ کو برداشت کرنے کی سکت رکھتی تھی کجا کہ اس گرمی میں ایک اور لڑکی، ایک مزید بیڈ اور ایک اضافی الماری!

وہ کپڑے دھونے کے بعد پھیلا کر' اپنی بالٹیاں اٹھا کر جب واپس کمرے میں آئی تو نئی آنے والی ملکۂ عالیہ کا بستر لگ چکا تھا' الماری سیٹ کی جا چکی تھی اور وہ اپنے بستر پر بیٹھی خاموشی سے کوئی چلہ کاٹ رہی تھی۔ مائدہ نے ایک نظر غور سے اسے دیکھا اور پھر اس کمرے پر خود کو سب سے طاقتور ظاہر کرنے کی خاطر اس سے بات تک نہ کی اور نہ اسے خوش آمدید کہا گو کہ وہ لڑکی اس سے بڑی لگتی تھی اور ایسا رویہ رکھنا مائدہ کی عادت کے خلاف تھا۔

اپنا سامان سلیقے سے اپنی الماری کے پاس رکھ کر وہ اپنے بستر پر ڈھیر ہو گئی جیسے بہت تھک گئی ہو۔ کمر کو تھوڑا حوصلہ ملا تو اس نے فون اٹھایا اور بٹن دبانے لگی۔ چند منٹ انسٹاگرام پر ضائع کرنے کے بعد وہ واٹس ایپ پر آئی اور ایک گروپ کال ملا لی۔ اگلے ایک منٹ میں اس کال کو تین لوگ اٹھا چکے تھے۔ وہ نظر کی نظر اس لڑکی کو بھی دیکھ لیتی جو بت بنی بیٹھی تھی۔

(میں نے سلام نہیں کیا تو اسے ہی پہل کر لینی چاہیے تھی۔ اس نے ناگواری سے سوچا۔)

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کیسی ہو مائدی؟ تم اپنے عالمی دن پر ہمیں کال نہیں کرتی۔ آج کیسے کرلی؟" ایک لڑکی کی کھنکتی ہوئی آواز اسپیکر پر ابھری۔ مائدہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی الماری سے ایک لوشن لے کر واپس بیڈ پر آکر بیٹھی۔

"میرا موڈ پہلے سے ہی خراب ہے' بہتر ہے مجھے کھانے پر بلاؤ۔" اس نے سب کو وارننگ دی۔

"شیف انکل چھٹی پر ہیں اور میں ممی ڈیڈی کے ساتھ باہر جا رہی ہوں۔" پہلا بہانہ!

"فائز گھر پر ہے۔" دوسرا بہانہ!

"میرے گھر تو تم ویسے ہی نہیں آؤ گی حالانکہ میں ڈرائیور تک بھیج سکتی ہوں۔" تیسرا بہانہ!

"لوگ صحیح کہتے ہیں' جب خدا کسی کو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے تو وہ بخیل بھی اتنا ہو جاتا ہے۔" مائدہ نے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"خدا ہمیں مسکینوں اور یتیموں پر لگانے کو نوازتا ہے۔ ہڈ حراموں پر نہیں۔"

"بھولو مت عمارہ پچھلے ایک ہفتے سے کنٹین پر چاٹ سموسے کے پیسے میں دے رہی ہوں۔ ہڈ حرامی کی بات کرو تو اپنا نام لواحقین میں ضرور لکھنا۔"

"ویسے کیا پکا ہوا ہے ہاسٹل میں؟"

"آج پھلیوں کی سبزی بننا تھی اور میں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا' ابھی کپڑے دھو کر آئی ہوں اور آگے ایک نئی روم میٹ کو دیکھ کر موڈ مزید غارت ہو گیا ہے۔ مجھے گھور ایسے رہی ہے جیسے مجھ پر تھیسس لکھنا ہے۔" منہ پھٹ مائدہ نے کوئی مروت نہ دکھائی۔

"میری ساری حمایت نئی روم میٹ کے لیے ہیں۔ اسے میری جانب سے ہیلو بولو۔" مائدہ کو تو برا ہی لگ گیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ایک کام کرو زمرد! اس کو اپنے گھر کے بغل والے پلاٹ پر مکان تعمیر کروادو۔" مائدہ نے پھر سے اسے دیکھا جو ہنوز آلتی پالتی مارے' بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے سامنے دیکھ رہی تھی جیسے مائدہ کے طنز کا اس پر ذرا برابر اثر نہ ہوا ہو۔

"اچھا بولو کیا کھاؤ گی؟ ہاسٹل بھجوا دیتی ہوں۔"

"اوہ بی بی معاف کرو! مجھے نہیں چاہیے تمہارے کسی بھائی کے ہاتھ کا کھانا۔" اس نے مہرنگ کو خود ہی منع کر دیا۔

"ٹھیک ہے رات کا کھانا باہر کھا لیتے ہیں مائدی کے ہاسٹل کے آس پاس' اب ٹھیک ہے؟" عمارہ نے کہا۔

"پیسے کون دے گا؟ مہینے کا آخر چل رہا ہے اور میرے پاس کرایے کے نام پر چند سو بچے ہیں۔" مائدہ نے اپنی غریبی کا رونا رویا۔

"میری تو اس مرتبہ کی ساری پاکٹ منی نحل کو چلی گئی۔" زمرد نے بھی ہری جھنڈی دکھائی۔

"میرے اکاؤنٹ کی حالت کا تم لوگوں کو معلوم ہی ہے۔ اگلے مہینے کی تین تاریخ سے پہلے اس میں پیسے نہیں آ سکتے۔" عمارہ نے بھی اپنے ٹائٹ بجٹ کا بتایا۔

"میں حیدر سے پیسے لوں گی اگر تم لوگ واپس کرنے کا وعدہ کرو۔" مہرنگ نے آخر کار کہہ ڈالا اور ساتھ میں اپنے بھائی سے پیسے مانگنے کی شرط واضح کی کیونکہ وہ جانتی تھی ان تینوں پر ایک مرتبہ پیسے لگا لیے تو واپس کسی نے نہیں کرنے البتہ وعدہ خلافی وہ نہیں کر سکتی تھیں۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" مائدہ نے تھک ہار کر کہا۔

"وعدہ کرنے اور نبھانے میں تو میری جان جاتی ہے۔" زمرد نے بھی سرد آہ بھری۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میں واپس لٹادوں گی مہرو! بس تم آج باہر کھانا کھلانے کا انتظام کرو۔"

"وعدہ کرو۔" مہرنگ نے پھر کہا کیونکہ اُمّ عمارہ نے کہہ دینا تھا "میں نے وعدہ تھوڑی کیا تھا؟ بس جنرل بات کی تھی۔" کچھ دیر لڑ جھگڑ کر فیصلہ ہوا کہ وہ سب رات کا کھانا باہر نہیں کھائیں گی۔

مائدہ نے بوریت سے فون بستر پر پھینکا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنی پانی کی بوتل اُٹھاتے ہوئے وہ چونکی کیونکہ نئی روم میٹ ابھی تک اسی طرح بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی اور اس سارے وقت میں وہ پہلی مرتبہ حیران ہوئی۔

"بی بی مراقبے سے نکل آؤ۔ کمرے میں چل پھر سکتی ہو، بول سکتی ہو کیونکہ پیسے دے کر آئی ہو۔" وہ اس کی جانب آئی تب بھی وہ ہنوز سامنے دیکھتی رہی۔ مائدہ کو تجسس ہوا کہ کہیں جنات کا معاملہ نہ ہو اسی لیے وہ اس کے مزید قریب گئی۔

"ہیلو محترمہ! آپ سے مخاطب ہوں۔" مائدہ نے اس لڑکی کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔ اس نے نظریں اُٹھا کر مائدہ کو دیکھا۔ مائدہ اور کزائی ساکت ہو گئی۔ وہ آنکھیں اتنی خاموش اور خشک تھیں کہ وہ ہل نہ سکی۔

"میں مائدہ اور کزائی ہوں۔ پشاور سے آئی ہوں اور یہاں ایک کالج میں پری میڈیکل کر رہی ہوں۔ تمہارا تعارف؟" اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اپنا تعارف کرواڈالا۔ ارے مٹی ڈالو خود کو طاقتور دکھانے والی سوچ پر۔ وہ لڑکی سادہ مزاج لگ رہی تھی۔

"میں زرمینہ گل ہوں۔ اندرون سندھ میں رہا کرتی تھی۔" اس لڑکی نے سنجیدگی سے بھرپور آواز میں کہا۔

"اوہ شکر! تم گونگی نہیں ہو۔ بس یہی کنفرم کرنا تھا۔" مائدہ کہہ کر اپنی پانی کی بوتل بھرنے باہر چلی گئی۔

واپس آئی تو اس کے بستر پر پانچ ہزار کا نوٹ پڑا ہوا تھا۔ اس نے مڑ کر زرمینہ کی جانب دیکھا جو خود پر چادر لپیٹے سونے کے لیے لیٹ چکی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کیا یہ پیسے تم نے یہاں رکھے ہیں؟ میں چوبیس میں سے بیس گھنٹے غربت کا رونا روتی رہتی ہوں۔ تمھیں مجھ پر کسی قسم کا ترس کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ رکھو اپنے پیسے۔" وہ پیسے اٹھا کر اس کے بیڈ کی جانب آئی۔

"امانت رکھ لو' مجھے تب واپس کرنا جب میں مانگوں۔" مائدہ آگے سے کچھ نہ کہہ سکی۔ خاموشی سے بلب بند کیا اور پردے ساتھ لگا لیے۔ بے چاری لمبے سفر سے تھکی ہاری آئی ہو گی۔

ہاسٹل میں شام اتر آئی تھی۔ وہ مغرب کی نماز پڑھنے واپس کمرے میں آئی تو زرمینہ جاگ رہی تھی۔ اسے مختصر بتا کر کہ آج کھانے میں کیا بنے گا اور کس کس وقت کھانا مل سکتا ہے وہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ نماز پڑھتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ کمرے میں کوئی موجود ہے جو سگریٹ پی رہا ہے۔ مائدہ فرض مکمل کر کے اٹھی اور زرمینہ کو دیکھا جو سگریٹ کے کش لے رہی تھی۔ اس سادہ مزاج کی یہ ہمت؟

"تم سگریٹ پی رہی ہو؟" زرمینہ نے اسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کیا نظر خراب ہے؟

"ابھی کہ ابھی اسے بجھاؤ اور باہر جا کر پیو ورنہ میں وارڈن سے شکایت کروں گی۔" وہ مشتعل سی کہہ رہی تھی۔ زرمینہ سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مائدہ نے یہاں لڑکیوں کو ہر طرح کی آزادی میں رہتے دیکھا تھا لیکن ہاسٹل میں یوں سر عام کسی لڑکی کو سگریٹ پیتے نہیں دیکھا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تمہیں سگریٹ سے مسئلہ ہے۔ تمہارے طور طریقے سے یہی لگا جیسے اس کمرے میں سب کو اپنی مرضی کرنے کی آزادی حاصل ہے چاہے وہ کسی کے منہ پر طنز کرنا ہی کیوں نہ ہو۔"

"تم۔۔۔"

"نماز کا وقت نکل رہا ہے وہ مکمل کرو۔" اس کا کندھا تھپتھپا کر وہ باہر نکل گئی اور مائدہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ اس سادہ مزاج کی یہ ہمت؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس لڑکی کو تو وہ نماز کے بعد دیکھے گی۔

☆☆☆☆☆

اگلے دن کالج میں وہ ان تینوں سے نئی روم میٹ کی غیبت زور و شور سے کر رہی تھی اور وہ تینوں بھی نان سموسہ، نان ٹکی، سموسہ چاٹ اور ڈرنک کے ساتھ اسے سن رہی تھیں۔ بالوں کی پونی ٹیل بنائے، دوپٹے کو ایک پٹی کی مانند یونیفارم پر سیٹ کیے وہ چاروں کلاس بنک کیے کالج کے خاموش ترین گوشے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"تمہیں اسے سگریٹ پینے سے روکنا چاہیے تھا۔" زمرد نے کہا۔

"یا کم از کم اس سے کچھ سلام دعا کر لیتی۔" عمارہ نے بھی کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں جا کر پوچھنا چاہیے۔" مہرنگ نے بھی کہا۔

"خبردار جو کسی نے ہاسٹل چلنے کا سوچا بھی تو۔" مائدہ نے وارننگ دی۔ وہ تینوں اس کی اچھی خاصی سبکی کروا دیتی تھیں۔ ہاسٹل کے سیکیورٹی گارڈ سے لے کر وارڈن تک کی باتیں اکیلی مائدہ کو سننا پڑتی تھیں اور غلطی سے بات اس کے لالہ تک پہنچ جائے تو جو اس کی ایموشنل بلیک میلنگ سننا پڑتی تھی الامان!

کالج میں **دارا ئلز** کے نام سے ایک ہی گروپ جانا جاتا تھا جو خاصہ بدنام تھا۔ وہ ان چار لڑکیوں کا گروپ تھا جو مختلف اوقات، حالات اور واقعات کی بدولت دوست بنی تھیں۔ وہ چار عام سی لڑکیاں جن کی دوستی کی بنیاد نہ تو کلاس روم کی روٹین پر مبنی تھی اور نہ ہی کسی عام دلچسپی کی وجہ سے بلکہ وہ مختلف واقعات اور حالات تھے جو انہیں ایک ساتھ لے آئے تھے۔ اونچے طبقے سے تعلق رکھنے کی بدولت اُمّ عمارہ اور زمرد کے خاندان ایک دوسرے سے اچھے مراسم رکھے ہوئے تھے جبکہ ان دونوں کی مائدہ سے دوستی کالج کے کسی طالب علم کو بلی ہونے سے بچاتے ہوئے ہوئی تھی۔ مہرنگ خاصی ٹیڑھی کھیر تھی۔ اپنے بھائیوں کی بدولت اسے کالج کے بااثر طالبعلموں کی نظر سے دیکھا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جاتا تھا۔ کالج کے پہلے سال ہی ان کی دوستی اتنی گہری ہوئی کہ کالج کے اندر اور باہر، ہر جگہ ان کا چرچا ہونے لگا تھا۔ اس دوستی کو رائل گروپ کا نام کب دیا گیا؟ سب کا اپنا نظریاتی جواب تھا۔

وہ ابھی انہی باتوں میں مشغول تھیں کہ انہیں کسی ٹیچر کے سینڈلز کی ٹک ٹک کی آواز آئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئیں کہ کسی نے پھر شکایت لگا دی ہو گی اور کھانے کا سامان ایک طرف کو ڈال دیا۔ مائدہ، زمرد اور مہرنگ وہاں سے بھاگ کر مزید پچھلی طرف چلی گئیں اور عمارہ جلدی سے آگے آئی جیسے وہ بھی وہاں ابھی ابھی پہنچی ہو۔

"السلام علیکم میم!" اس نے مسکرا کر کہا۔

"وعلیکم السلام! عمارہ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" انہوں نے شکی نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کے پیچھے بھی کچھ دیکھنا چاہا لیکن پیچھے تو سارا راستہ خالی تھا۔ تبھی اسے دیکھ کر وہ اپنا لہجہ سخت نہ کر سکیں۔ نرم گفتار، کم گو اور ذہین عمارہ کو تمام استاد پسند کرتے تھے جب تک وہ اپنے باقی کے گروہ کے ساتھ نہ ہوتی۔

"میم میں مائدہ کو ڈھونڈ رہی تھی' ابھی کیمسٹری کی کلاس تھی تو میں اسے بلانے آگئی کہ وہ کلاس مس نہ کر دے۔" اس نے روانی سے جھوٹ بولا۔

"کیا مائدہ کلاس میں نہیں ہے؟" ٹیچر ذرا غصے سے بولیں۔ مائدہ اور کزائی نے ان کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اب کی مرتبہ وہ اس کے بھائی کو کالج بلائیں گی۔

"نہیں میم! ابھی دو منٹ پہلے ہی وہ پانی کا کہہ کر کلاس سے نکلی تھی' پتہ نہیں کہاں چلی گئی؟" اگر انہیں اجازت ہوتی تو وہ اُمّ عمارہ کو ایک نہیں تین تھپڑ رسید کر کے اپنا غصہ اتار دیتیں۔ وہ منہ توڑ جواب اتنی شائستگی سے دیتی کہ اگلے کو غصہ آتا تب بھی کم از کم اس پر اتار نہ پاتا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"اُمّ عمارہ! آپ بچوں والی حرکتیں کرنا کب چھوڑیں گی؟ آپ بہترین طالبعلموں میں سے ہیں اور اپنی فضول سہیلیوں کے لیے کلاس چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے؟"

"میم مائدی کے بغیر کلاس لینے کو دل نہیں چاہتا۔" وہ عاجزی سے بولی۔

"اللہ۔۔۔ تم لڑکیوں کا کیا بنے گا؟ ایک چھٹی کرتی ہے تو باقی تین بھی غیر حاضر ہوتی ہو، ایک کی طبیعت خراب ہوتی ہے تو باقی تین اس کی ڈاکٹر بن جاتی ہو، ایک کی بے عزتی ہوتی ہے تو باقی بھی بدتمیزی پر اتر آتی ہو۔۔۔"

"ایک ٹاپ کرتی ہے تو باقی تین بھی اچھی نمبرات سے پاس ہوتی ہیں اور یہ تو دوستی کا تقاضا ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دیں گی تو اور کون دے گا؟" عمارہ نے ٹکر لگایا۔

"اب آپ مجھے سکھائیں گی؟ چلیں اپنی کلاس میں۔" ٹیچر کو چھوٹی سی بات پر غصہ دلانا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ کلاس کے دروازے پر پہنچ کر اسے بیت الخلاء جانا یاد آیا تو وہ ٹیچر اسے تاسف سے دیکھتیں اپنا راؤنڈ پورا کرنے چل دیں کہ میری بلا سے جہاں مرضی جاؤ اور وہ واپس کالج کے اس خاموش گوشے کی جانب چلی آئی۔

"اگر مجھے کلاس میں جانا پڑتا تو تم سب کا بھی بتا دیتی۔" وہ مزے سے کہتی اپنی بچی ہوئی چاٹ سامنے کرتی واپس کھانے کے لیے بیٹھ چکی تھی۔ کالج کینٹین کی سموسہ چاٹ اس کا **گلٹی پلیژر** تھی۔

"اور ہمیں معلوم تھا تم مر جاتی مگر کیمسٹری کی کلاس میں نہ جاتی۔" اور پھر ان کی باتیں ہوتیں اور کالج کا وہ خالی کونہ ہوتا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کالج میں پروفیسر سے لے کر چھوٹی کلاس کے بچے تک کو تنگ کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور کسی دن وہ یہ فرض کام نہ کرتیں تو چین سے کلاس نہ لی جاتی۔ کلاس میں وہ کم ہی نظر آتی تھیں کیونکہ اے لیولز کرتے ہوئے انھوں نے پڑھائی اور کالج کو بھولے سے بھی سنجیدہ نہ لیا البتہ پڑھائی کے علاوہ ہر جگہ ان کے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔

ہر سال نئی کلاس کی شروعات پر استادوں اور طالبِ علموں کی ایک دعا اجتماعی ہوتی کہ اس سال وہ چاروں ان کی کلاس یا سیکشن میں نہ ہوں کیونکہ ان کا موٹو تھا **"نہ خود پڑھنا ہے، نہ کسی کو پڑھنے دینا ہے۔"** ان کا یہ طرزِ عمل اتنا مشہور ہو چکا تھا کہ جب بھی کسی نئی سرگرمی کا آغاز ہوتا، طلباء دل ہی دل میں ایک ہی خواہش رکھتے کہ **"بس یہ چار نہ ہوں۔"** البتہ امتحان کے دنوں میں وہ چاروں ایسے ہو جاتیں جیسے ایک دوسرے کو جانتی ہی نہ ہوں **"تو کون اور میں کون؟"** والی صورتحال ہو جاتی اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسے راستہ بدل دیتیں جیسے زمینوں کو لے کر خاندانی دشمنی چل رہی ہو کیونکہ انہیں معلوم تھا اگر ایک بات کریں گی تو ایک سے چار ہو نگی' چار سے سولہ اور سولہ سے بتیس باتیں ہو جائیں گی اور پھر وہ باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ پھر حیران کر دینے والا رزلٹ لانے کے لیے امتحانی دنوں میں پڑھائی بہت سخت کرتی تھیں۔

کھانا لوٹ مار کرنے میں تو اس گروپ کا کالج میں کوئی ثانی نہ تھا۔ اگر کوئی کچھ کھا رہا ہو تو اس کے ہاتھ سے چھین لیتیں، کسی کی کمر کے پیچھے سٹکی نوٹ چپکا دیتیں کہ **"آ بیل مجھے مار!"** اور پھر سارے بیل اس معصوم کو مارتے ہوئے پائے جاتے۔ گراؤنڈ میں کھیلتے وقت دوسروں کا گیم ڈسٹرب کرنا ان کا خاصا پسندیدہ کام تھا۔ بیڈمنٹن کھیلتے اسٹوڈنٹس کی شٹر غائب کر دینا یا اس کو تبدیل کر دینا عام سی بات تھی۔ والی بال کے بال میں سوراخ کر دینا دقت طلب کام تھا لیکن اس کام میں مہرنگ جیسا ماہر کوئی نہ تھا۔ اگر کرکٹ کھیل رہی ہوں گی تو جان بوجھ کر بال اس جانب پھینک دیتیں جہاں سے واپس نہ آنے کی امید سو فیصد ہوتی۔ ان سے پیسے کا مطالبہ کر دیا جاتا تو معاملہ سیدھا پی ٹی سر تک پہنچتا اور زمرد کی وجہ سے پی ٹی سر کو معاملہ جلد ختم کرنا پڑتا۔ شطرنج کی سنسنی خیز گیم جاری ہے۔۔۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ادھر ان میں سے کسی نے گتہ الٹ دیا اور اور ادھر ہڑبڑی میں کئی زبانوں سے انگلش گالیاں بیک وقت نکلیں ہیں اور لو ہو گیا ستیاناس! مائدہ میدان میں اتری اور پھر لگی بحث کرنے۔ کسی کی ہمت بھی کیسے ہوئی اسے گالی دینے کی؟ پھر ڈسپلن کمیٹی ان پر کوئی چارج ثابت نہ کر سکی کیونکہ معاملہ زمرد کے بھائی نے سنبھال لیا کہ کوئی بڑی بات نہیں ہوئی۔

کینٹین والے انکل کے پاس بھی اچھا خاصا ادھار لکھوایا ہوا تھا حالانکہ پیسے ہر وقت ہر ایک کی جیب میں موجود رہتے۔ بک شاپ پر کتابوں، انک، اور دیگر اسٹیشنری کا الگ سے قرضہ چڑھا رکھا تھا۔ بک شاپ والے بیچارے بوڑھے سے انکل ان کے ہر بار کوئی نئی شے مانگنے پر پچھلے پیسے مانگتے خود شرمندہ ہو جاتے اور وہ ہر بار ایک ہی جواب دیتیں کہ کالج سے جاتے ہوئے سارے ادھار دے جائیں گی کہ ادھار رکھنا ہم پر حرام ہے۔ پھر ان کو مجبوراً پرانے ادھار میں ہی مزید اضافہ کرنا پڑتا۔ وہ ان کو اس لیے کچھ نہیں کہتے کیونکہ ہر بار ادھار واپس کرنے پر وہ چند ہزار ایسے ہی دے دیتی تھیں اور وہ ان کا احسان بھی نہیں بھولتے تھے کہ ان کی بیٹی کی شادی کے لیے کالج کی ہر کلاس میں جا کر ڈونیشن ان چاروں نے اکھٹی کی تھیں اور کسی کو معلوم تک نہ ہوا تھا کہ وہ پیسے ان کو دیے گئے تھے۔

وہ ٹیچرز کی پسندیدہ طالبات نہیں تھیں تو ناپسندیدہ بھی نہیں تھیں۔ کلاس میں زیادہ تر ٹیچرز انھیں نظر انداز ہی کرتے تھے۔ زیادہ بس نہ چلتا تو کلاس سے باہر نکال کر دم لیتے۔ کچھ طالبعلموں کو انھوں نے اتنا ڈرا کر رکھا ہوا تھا کہ بیچارے ان کو آتا دیکھتے تو راستہ بدل دیتے اور یوں سوچتے ہوئے نظر آتے **"یہ میرا راستہ نہیں تھا۔ میں اس طرف نہیں جا رہا تھا۔ شاید کچھ بھول گیا ہوں۔ چلو واپس چلتے ہیں۔"** اور کالج کے دوسرے گروپس کے ساتھ ان کا اکیس کا آکڑا تھا۔ البتہ وہ کسی دوسرے گروپ کے ساتھ بلاوجہ کی ٹکر لینے کا شوق بھی نہیں رکھتی تھیں لیکن اگر ہو جائے تو وہ بھی کم نہ تھیں۔ اکثر اوقات یہ جنگ سوشل میڈیا تک پہنچ جاتی اور سوشل میڈیا پر موجود کالج کے مختلف فیک پیجز پر بھی انہیں بلی کیا جاتا۔ کبھی ان کے فیشن سینس پر مذاق اڑایا جاتا تو کبھی ان کی تصاویر پر بے تکے تبصرے کیے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جاتے لیکن زمرد سوشل میڈیا کی گیم میں ان سے آگے تھی اور وہ ہر حملے کا نہ صرف بہترین انداز میں جواب دیتی بلکہ ایسے جوابی وار کرتی کہ لوگ خود ہی چپ ہو جاتے۔ زمرد کا انداز منفرد تھا۔ وہ عام لڑکیوں کی طرح جذبات میں بہہ کر جواب نہیں دیتی تھی بلکہ ہمیشہ شائستگی اور زبردست حسِ مزاح کے ساتھ اپنے حق کا دفاع کرتی۔ اسے ہر حال میں پبلک کے سامنے اچھا رہنا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی لڑکے نے اس کے خلاف **"خود نمائی کا شاہکار"** کے ہیش ٹیگ کا ٹرینڈ چلایا تو بے چارہ ہراس کرنے کے جرم میں جیل کی ہوا کھا آیا اور زمرد کا جواب سادہ تھا کہ شاہکار ہونا بھی ایک آرٹ ہے اور وہ تو ہمیشہ سے ہی آرٹسٹ رہی ہے۔ ان فیک پیجز سے آنے والے تبصروں کا اس طرح کا جواب دیتی کہ لوگ اسے مزید پسند کرنے لگتے اور ہنسی مذاق میں اس کی فین فالوونگ بھی بڑھ جاتی۔

کالج میں کوئی افواہ پھیلانی ہو تو ان چاروں کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

"سر لقمان نے کالج چھوڑ دیا ہے۔ میں نے انہیں کل اپنا استعفیٰ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔"

(سر لقمان دو دنوں کے لیے چھٹی پر ہیں اور یہ افواہ پورے کالج میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی ہے کیونکہ سیدہ مہرنگ ملک کے افواہ ساز ہر کلاس میں موجود ہیں۔ ہاں ہاں اس کے چار بھائی!)

طلباء و طالبات میں چہ مگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں' سٹاف روم کے باہر بچوں کا رش بڑھتا جاتا ہے۔ ہر دوسرے بچے کو یہی سوال پوچھتا دیکھ کر ٹیچرز سر پکڑ لیتے ہیں۔

"ہم نے تو سر کو فیئر ویل ہی نہیں دیا۔"

"ضرور کالج والوں کے ساتھ لڑائی ہوئی ہو گی ورنہ کوئی ایسے بغیر بتائے کالج نہیں چھوڑتا۔"

"سر نے ہماری کلاس میں کبھی ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ ہمارے کلاس ٹیچر تھے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"سر یقیناً ہم سے ناراض ہو کر گئے ہیں۔ ہم نے کل انہیں بہت زیادہ تنگ کیا تھا۔" دہم کلاس کے بچے شدید افسوس کرتے نظر آرہے تھے۔ دو دنوں بعد سر لقمان کو سامنے دیکھ کر کچھ جذباتی طلباء رو پڑے تھے۔

اگلی افواہ اس سے بھی بڑی تھی۔

"ٹیچر فریحہ کی شادی ہو گئی ہے، میری امی کل ولیمے میں گئی تھیں، وہ خوش نہیں لگ رہی تھیں اپنے شادی پر!"

(مس فریحہ پچھلے ایک ہفتے سے ٹائیفائیڈ کی وجہ سے چھٹی پر ہیں اور ادھر ان کی شادی کی خبر پھیل گئی ہے۔)

"کیا ٹیچر فریحہ نے شادی کر لی؟"

"ظاہر ہے اتنی پڑھی لکھی عورت کی شادی جب کسی ان پڑھ سے کر دی جائے تو وہ خوش کیسے ہو سکتی ہیں؟" تبصرے پر تبصرہ جاری تھا۔

"بیچاری مس فریحہ! ہم نے تو ویسے ہی ان کا سر خلیل کے ساتھ افیئر سمجھ رکھا تھا۔" تبصروں میں طالب علم ہر حد پار کر دیتے تھے۔

"ہاں میں کافی دنوں سے انہیں نوٹ کر رہی تھی۔ بہت خاموش رہتی تھیں۔"

"مجھے ان کے ساتھ بہت ہمدردی ہو رہی ہے۔"

"کاش ان کی شادی سر خلیل سے ہی ہو جاتی۔" ایک اور تبصرہ!

"اگر میں ان کی جگہ ہوتی تو گھر سے بھاگ جاتی یا شادی سے انکار کر دیتی۔" ایک اور لڑکی نے فرط جذبات میں اپنی شاہانہ رائے کا اظہار کیا اور وہ ان بیچارے سٹوڈنٹس کے تبصروں پر دل کھول کر ہنستیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بہت سنجیدہ نوعیت کا پرینک اس وقت ہوا جب انہوں نے زمرد کے مر جانے کا پرینک کیا۔پہلے تو کوئی یقین نہیں کر پا رہا تھا لیکن جب زمرد نے فائز کی مدد سے خود کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر میت کی صورت میں اپنی تصویر بنوائی تو سب کو یقین کرنا ہی پڑا کہ محترمہ لڑکھ گئی ہیں اور ہر ایک اپنی جگہ سوگوار ہو گیا۔

اس خبر پر کہ جنازہ رات کو ہے آدھے سے زیادہ کالج اس کے گھر اُمڈ آیا اور اس خلاجت میں زمرد کے پاپا کو ساری رات وقفے وقفے سے آنے والے لوگوں کو بتانا پڑا کہ ان کی بیٹی صحیح سلامت ہے، اپنے کمرے میں سو رہی ہے لیکن کوئی یقین کر جاتا، کوئی یقین کرنے کو تیار ہی نہ ہوتا اور موصول ہونے والی تصویر دکھاتا جس میں وہ مردوں کے انداز میں پڑی ہوئی ہے۔

"گیلانی صاحب! آپ اندر آجائیں میں آپ کو اس سے ملوا بھی سکتا ہوں۔" جس دکھی شکل سے کالج کی پرنسپل ان کے سامنے کھڑے تھے ایک لمحے کے لیے ان کا دل کیا کہ واقعی زمرد کو مار کر اس کا جنازہ آج ہی پڑھوا دیں۔
پرنسپل سر ان کے ساتھ اندر آئے کہ اپنی آنکھوں سے تصدیق کر لیں کہ واقعی بچی زندہ ہے یا مر گئی ہے۔زمرد کو بلوایا گیا تو وہ آنکھیں مسلتے ہوئے ان دونوں کے سامنے زندہ بر آمد ہوئی جیسے اتنی رات گئے اپنی پیشی پر خود حیران ہو رہی ہو۔

"زمرد یہ کیا بد تمیزی ہے؟" پرنسپل صاحب غصے سے پوچھ رہے تھے۔وہ دوسرے شہر سے صرف اسی لیے جلدی واپس آئے کہ ان کے کالج کی طالبہ کا جنازہ رات میں ہے اور اس کے چہرے پر ایسی گہری نیند کے اثار تھے جیسے پرنسپل سر نے اسے ساتواں کلمہ بنانے اور سنانے کا کہہ دیا ہو۔

"سوری سر کون سی بد تمیزی؟" اس نے پوچھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"آپ جانتی ہیں آپ کی اس غلط حرکت کی وجہ سے کتنے لوگوں کو برا لگا ہے؟ وہ آپ کے گھر آکر اپنے گھروں کو واپس گئے ہیں۔" انہوں نے پرواہ نہ کی اس کا باپ قریب بیٹھا ہوا ہے۔

"سر کون سی غلط حرکت؟ میں نے کیا کیا ہے؟" معصوم سی بچی پر اس کے باپ کے سامنے الزام لگایا جا رہا تھا' قدرت حرکت میں نہ آئی۔

"آپ کی موت کے ڈرامے والی غلط حرکت کی بات کر رہا ہوں۔"

"میری موت کا ڈرامہ۔۔۔ یہ کس نے کیا؟" اس نے بڑی بڑی سیاہ آنکھیں ٹپکاتے ہوئے پہلے اپنے باپ کو اور پھر پرنسپل سر کو دیکھا۔ فائز بھی حالات سے لاتعلقی ظاہر کرتا وہاں کھڑا تھا۔

"زمرد کیا یہ سب سچ ہے کہ تم نے اپنے مری ہوئی تصویر تمام کالج کے طلباء کو بھیجی اور یہ افواہ پھیلائی ہے کہ تم مر گئی ہو؟" اب اس کے پاپا اس سے پوچھ رہے تھے۔

"پاپا میں زندہ ہوں' آپ کے سامنے کھڑی ہوں' میں کیوں اپنی مردہ لی گئی تصویر اسٹوڈنٹس کو بھیجوں گی؟ ایسے کوئی کسی پر کیوں یقین کرے گا؟" وہ مسلسل نفی کر رہی تھی۔

"یہ تصویر دیکھو! تم ہی ہو نا؟" انہوں نے تصویر اس کے سامنے کی۔

"یہ تو واقعی میں ہوں لیکن یہ کیسے بنی؟ میں نے تو ایسا کوئی فوٹو شوٹ نہیں کروایا۔" وہ حیرانگی کی تمام حدوں کو پار کرتے تصویر کو زوم ان کر کے ہر اینگل سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا بھائی کمال کا فوٹو گرافر تھا۔

"زمرد میں سچ سننا چاہتا ہوں۔" اس کے پاپا بے حد سنجیدہ نظر آئے۔

"اور آپ کو کیوں لگا کہ زمرد سب سچ بتا دے گی پاپا؟" فائز نے مسکراتے ہوئے سوچا اور اپنی بہن کا اگلا جواب سننے کو بے تاب ہو گیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"پاپا آپ جانتے ہیں میں کب سے سو رہی تھی۔ یقیناً کسی نے مجھے پھنسانے کے لیے یہ سب کیا ہے۔۔۔ ویسے بھی مجھے تصویر ایڈیٹ کی ہوئی لگ رہی ہے۔ کسی نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیا ہو گا۔ میں بھلا ایسا کر کے کون سا مزہ لینا چاہتی ہوں؟" اس کے چہرے پر موجود معصومت کی نظر اتارنی چاہیے تھی۔

"آپ کہہ رہی ہیں کہ یہ سب آپ نے نہیں کیا۔" پرنسپل سنجیدہ تھے تو وہ ان سے بھی زیادہ سنجیدہ۔

"جی سر یہ میں نے نہیں کیا۔"

"آپ کی وجہ سے کافی لوگوں کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کل آپ کالج میں سب سے معافی مانگیں گی شاید اس سے آپ کی غلطی کا ازالہ ممکن ہو۔" وہ سنجیدگی سے کہتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سہیل وڑائچ بھی شرمندہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ زمرد کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ اور اس کی دوستیں عموماً کالج میں معافیاں مانگتی نظر آتی تھیں۔ اسے یہی توقع تھی اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے؟ کالج کے ڈائریکٹر کی بیٹی کو تو کم از کم کالج سے نکالنے کی غلطی ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔

"جس بات کے بارے میں، میں جانتی نہیں ہوں اور جو غلطی میں نے کی ہی نہیں ہے اس کے لیے معافی کیوں مانگوں؟" وہ پر احتجاج تھی۔

"یہ اب رات بھر سوچیے گا کہ کس نے آپ کے ساتھ یہ مذاق کیا۔ میں چلتا ہوں سہیل صاحب! سوشل میڈیا نے آج کل کے بچوں کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔" انہوں نے افسوس سے کہا۔

"آئندہ ایسا مسئلہ نہیں ہو گا سر۔ زمرد نے غلطی کی ہے تو معافی بھی مانگے گی۔ آپ بے فکر رہیں۔" اب اس کے پاپا بولے تھے لیکن یہ بھی تاریخ تھی کہ اس نے اپنے خلاف کالج اور گھر والوں کو ایک ہی پیج پر پایا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"پاپا میرا یقین کریں، میں۔۔۔" سہیل وڑائچ نے ایک سرد نگاہ اس پر ڈالی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

وہ بھاگتے ہوئے ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ دروازے کے پاس کھڑے فائز کو دیکھ کر آنکھ ونک کرنا نہ بھولی۔ وہ بروقت اپنی ہنسی نہ دباتا تو یقیناً دونوں پکڑے جاتے اور سب کو یقین ہو جاتا کہ اس کاروائی میں صاحبزادے بھی محترمہ کے ساتھ شامل تھے۔ اپنے کمرے میں آکر جیب سے فون نکالا اور ان تینوں سے بات کی۔ جب اسے بلایا گیا تھا تو اس وقت بھی وہ ان تینوں سے بات کر رہی تھی اور نیچے ہونے والی ساری کاروائی میں بھی وہ سب سامعین تھیں۔ وہ کالج کے زمانے میں ایسی ہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے کاموں پر ایک دوسرے کو دل کھول کر داد دیتی تھیں۔

"اچھا میں تم لوگوں سے کل کالج میں بات کروں گی۔ ہو سکتا ہے سر کو رخصت کر کے پاپا میرے کمرے میں سلامی دینے آتے ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی اور پھر کچھ دیر پہلے والی معصوم سی زمرد بن گئی۔ اپنا کمفرٹر اوپر لیا اور ہچکیاں بھرنے لگی لیکن یہ کیا ابھی تک اس کے پاپا نہیں آئے تھے۔ اور وہ آتے بھی کیوں؟

تھوڑی دیر بعد اسے فائز کا میسج موصول ہوا کہ پاپا کمرے میں چلے گئے ہیں سکون سے سو جاؤ۔ اسے برا لگا۔ بیٹی رو رہی ہے اور وہ اسے دیکھنے تک نہیں آئے۔

اگلے دن سوجی آنکھوں اور بیٹھی آواز کے ساتھ زمرد وڑائچ بغیر ناشتے کے گھر سے روانہ ہو کر کالج آڈیٹوریم کے اسٹیج پر کھڑی سب سے کہہ رہی تھی۔

"مجھے رات والے ڈرامے کے بارے میں کچھ علم نہیں اور میری دوستوں کو بھی اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن یہ سب جس نے بھی کیا ہے میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔ میں اس وقت یہاں اس غلطی کی معافی مانگنے کے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

لیے کھڑی ہوں جو میں نے نہیں کی۔ میں آپ سب سے اپنے نہ کیے ہوئے گناہ کی معافی مانگنا چاہتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ معاف کریں گے۔ میں شرارتی ہوں، چھوٹے موٹے پرینکس کرتی ہوں، ولاگز بناتی ہوں لیکن اتنی گھٹیا حرکت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔" اس کے آنسو بہنے لگے۔

"میرے گھر والوں نے میری ایسی تربیت نہیں کی کہ محض لوگوں کے رد عمل دیکھنے کے لیے اس طرح کی حرکت کروں۔ میں جانتی ہوں تھوڑی سی بدتمیز بھی ہوں لیکن اس قسم کا مذاق؟۔۔۔" ایک لمحے کی گھمبیر سی خاموشی۔ "آپ سب مجھے معاف کر دیں۔ میں نے کچھ نہیں کیا تھا۔" وہ کہہ کر اسٹیج سے اتری اور جلدی سے اپنی کلاس کی طرف بھاگی۔ کافی سٹوڈنٹس کو بھی اداس کر آئی تھی۔ کچھ اب دکھ میں تھے۔ وہ ان میں سے بہت کی آئیڈیل تھی۔ بولڈ، پراعتماد، خوبصورت، مشہور، امیر! کیا کچھ نہیں تھا اس کے پاس جس سے حسد نہ کیا جا سکے؟ کچھ تو زمرد اور اس کے گروپ کی پچھلی تمام غلطیوں کو بھول بھال کر ان سے ہمدردی کرنا چاہتے تھے۔ اس کی تین مسکین سی دوستوں نے بھی ٹیچر سے اجازت لے کر اس کے پیچھے کلاس کی جانب دوڑ لگائی۔ آخر کو اب دوست کو چپ بھی تو کروانا تھا۔ کالج کی فضا مایوس مایوس سی ہو گئی۔

ایسی بے فکر زندگی گزارتی لڑکیوں کی زندگی میں ہلچل اندرون سندھ میں رہنے والی زرمینہ گل نے ڈالی تھی۔

☆☆☆☆☆

اگلے روز ہاسٹل میں مائدہ کی ملاقات پھر زرمینہ سے دوپہر کے وقت ہی ہوئی جب وہ کالج سے واپس آئی تھی۔

"تم نے کھانا کھا لیا یا سگریٹ سے ہی کام چل گیا؟" مائدہ نے سلام دعا کے بعد طنز کرنا ضروری سمجھا۔ کالج میں وہ اور زمرد ٹائلٹ یا خاموش کونوں میں گھسے طلباء کو نشہ یا سموکنگ کرتے دیکھتیں تو انھیں سمجھانے کے بجائے ویڈیو بناتیں اور بلیک میل کرتیں کہ اگر دوبارہ ایسا کرتے نظر آئے تو ویڈیو سوشل میڈیا پر اپلوڈ ہو گی۔ اسی وجہ سے کئی

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

طالبعلم ان سے نفرت بھی کرتے تھے۔اس وقت کمرے میں سگریٹ کی بو سے اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ کمرے میں ہی بیٹھ کر سگریٹ پھونکتی رہی ہے۔زرمینہ گل نے اسے غور سے دیکھا۔

"میں تمہارا کھانا میس سے لے آئی تھی۔وہ اس والے ٹفن میں ہے۔" مائدہ نے حیرت سے اسے دیکھا اور ایک نظر اپنے ٹفن کی جانب دیکھا۔

"اگر یہ تمہاری نیچر نہیں ہے تو یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں' میں لوگوں کے اچھے اعمال سے متاثر نہیں ہوتی۔ ویسے تم اتنی پراسرار کیوں لگتی ہو؟یوں جیسے کسی کو قتل کرنے کے بعد یہاں پر چھپنے آئی ہو۔" زرمینہ گل خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔مائدہ اسے کچھ بولتا نہ پا کر اکتا کر اٹھی اور منہ ہاتھ دھونے چلی گئی۔

(زرمینہ گل ایک برٹش پاکستانی لڑکی تھی جو لندن کے پرسکون مضافات میں پیدا ہوئی اور وہیں پلی بڑھی تھی۔اس کے والد مقیط خانزادہ کا تعلق اندرون سندھ سے تھا جو بہتر مواقع کی تلاش میں انگلینڈ منتقل ہوئے تھے۔زرمینہ کی والدہ خالدہ ایک نرم دل خاتون تھیں جو روایتی اقدار کی پاسدار تھیں اور پختونوں کے اونچے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔وہ اتنی پڑھی لکھی ضرور تھیں کہ مغربی اور مشرقی ثقافت کو متوازن رکھ سکیں۔زرمینہ اور اس کا چھوٹا بھائی ایک ایسے گھرانے میں پروان چڑھے جو سندھ کی ثقافت کی عکاسی کرتا تھا جہاں پاکستان کی تہذیب،زبان،اور رسوم ورواج کا غلبہ رہا تھا۔

ماحول کا اثر تھا کہ بچپن ہی سے زرمینہ میں مضبوطی اور خودمختاری کے آثار نمایاں تھے۔وہ مغربی آزادی اور مشرقی قدامت پسندی کے امتزاج میں پروان چڑھی تھی جو آسانی سے مختلف دنیاؤں میں چل پھر سکتی تھی۔وہ پڑھائی میں بھی اچھی تھی اور وقت کے ساتھ ایک پراعتماد لڑکی بن چکی تھی۔جب وہ جوانی کی دہلیز میں قدم رکھ چکی اور زندگی کے نئے خواب دیکھنے لگی تو اس کے والدین کو پاکستان یاد آنے لگا۔اپنی روایتیں اور اپنا خاندان!)

وہ واپس آئی تو زرمینہ اس کا کھانا لگا رہی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ابے یار! میری مورے (ماں) بھی مجھے اتنا پروٹوکول نہیں دیتیں اور تم ہو کہ میری عادتیں بگاڑ رہی ہو۔ کس نے کہا کہ میرے لیے میس سے کھانا رکھ دینا اور اب کھانا بھی لگا دیا۔ کیا پانچ ہزار واپس چاہیے؟" وہ آتے ساتھ ہی تفتیشی انداز میں پوچھ رہی تھی اور کفران نعمت نہ کرتے ہوئے کھانے کے لیے بیٹھ بھی گئی اور پانی کا گلاس اٹھایا۔

"میں یہاں واقعی چھپنے آئی ہوں۔" زرمینہ کی کمزور سی آواز اس کے کانوں میں پڑی اور اس کے منہ میں موجود پانی کا فوارہ زرمینہ کے چہرے پر!

"چھپنے آئی ہو؟" وہ ہنس پڑی۔ زرمینہ نے ضبط سے اسے دیکھا اور اس کے ابھی ابھی اتارے گئے یونیفارم کے دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کیا۔

"اپنی پراسراریت ختم کرنا چاہ رہی ہوں۔ سنو گی؟" وہ کل کی طرح ہی سنجیدہ تھی۔ مائدہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ واؤ وہ حقیقی زندگی کا ایک ڈرامہ سننے جا رہی تھی۔ وہ کھانا شروع کر چکی تھی۔ زرمینہ واپس اپنے بستر پر چلی گئی۔

(اسے سائنس اور ادب میں خاص دلچسپی تھی لیکن وہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کر کے ایک سرجن بننے کا ارادہ رکھتی تھی اور اس کے ارادوں سے اس کے گھر والے باخبر تھے مگر خاندانی دباؤ کی وجہ سے والدین کو اس کی شادی کی فکر زیادہ تھی۔

زرمینہ کی زندگی اس وقت بدلی جب اس کے والد کو اچانک پاکستان سے اپنے بھائی کی موت کی خبر موصول ہوئی اور اسے ناچاہتے ہوئے بھی پاکستان آنا پڑا لیکن یہاں کسی کی وفات وقوع پذیر نہیں ہوئی تھی۔ خاندان کا دباؤ زرمینہ اور اس کے تایا کے ایک بڑے بیٹے کی آپس میں شادی کے لیے بڑھنے لگا اور زرمینہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا جھٹکا تھا۔ وہ اپنے والدین کی عزت کرتی تھی لیکن اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ مغربی عورت تھی۔ اپنے حق کے لیے لڑنا مرنا جانتی تھی۔

روایتی قدروں کا پاس رکھنے کے لیے مقیط خانزادہ کو اپنی بیٹی کے لیے یہ فیصلہ لینا ہی پڑا کہ کل کو اسے لندن میں بھی کسی انگریز سے عشق ہو سکتا ہے۔ زرمینہ نے جب کھلم کھلا اپنے والدین کے ارادے کی مخالفت کی تو خاندان کے ساتھ تعلقات میں تلخی پیدا ہو گئی اور سب کہنے لگے لڑکی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ وہ ایک جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے خاندان کی سخت نگرانی میں رہنے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

لگی تو اسے کوفت شروع ہو گئی اور وہ واپس جانے کے لیے پر تولنے لگی۔ اس کے لیے زندگی کا مقصد صرف ایک بڑے خاندان میں شادی کر کے گمنام زندگی گزارنے کا نہیں تھا۔ وہ لندن میں ایک سوشل ایکٹوسٹ تھی اور آرٹ کی شوقین ہونے کی بدولت اس کی کئی پینٹنگز تک ایگزیبیشنز میں بک چکی تھیں۔ ایک دم سے اسے اتنی بڑی ذمہ داری بوجھ کے سوا کچھ نہ لگی۔)

وہ مائدہ کے کھانا ختم کرنے کا انتظار کرتی رہی۔

"کل سے میرے لیے تین روٹیاں رکھنا۔ تمہیں میری جسامت کو دیکھ کر کم از کم ایک روٹی نہیں رکھنی چاہیے تھی۔" تھوڑے سے سالن اور ایک روٹی پر مائدہ کا گزارا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کھانا ختم کر کے وہ اٹھی اور اپنے برتن دھونے کچن کی جانب چلی گئی۔

(زرمینہ کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ خاندان کی نگرانی اور ان کے خیالات کے ساتھ وہ اپنے خوابوں کو پورا نہیں کر پائے گی۔ اس کے والدین بھی اگر اس کے ساتھ کھڑے ہوتے تو وہ کچھ کر لیتی لیکن ان کا برین واش کر دیا گیا تھا۔ وہ بیس سالہ بیٹی کو خاندان کے سب سے بڑے مرد سے بیاہنے کا سوچ رہے تھے۔ اس کا آرٹ، اس کی زندگی، اس کا مستقبل اور اسکی سوشل ایکٹیوزم سب کچھ گھٹن کا شکار ہو رہے تھے۔

"تم پاکستان شادی کے لیے گئی ہو زرمینے؟" اس کے سولہ سالہ بھائی نے حیرت اور ششدر سے انداز میں پوچھا۔

"بالاج مجھے واپس آنا ہے۔ میں کیا کروں؟"

"کل تمہاری منگنی ہے اور تم کہہ رہی ہو واپس آنا ہے۔" وہ چھوٹا تھا لیکن بھائی تھا۔

"ویٹ آمنٹ! یہ سب تمہاری مرضی کے خلاف ہو رہا ہے؟"

"ہاں اور ممی بابا ایسا ہونے دے رہے ہیں۔ مجھے ان سب سے گھن آتی ہے بالاج۔ جس سے میری شادی ہونی ہے وہ مجھے دیکھتا تک نہیں اور اس کے بھائی اور دوستوں کی نظریں مجھے ڈس کمفرٹ کرتی ہیں۔ وہ مجھے آتے جاتے ہراس کرتے ہیں۔ کیا میں کبھی اپنی مرضی سے ایک کمرے میں قید رہی ہوں بالاج؟ مجھے یہاں چھپنا پڑ رہا ہے۔ پلیز ممی بابا کو سمجھاؤ۔" وہ اس وقت بری

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

طرح بے بسی سے اپنے چھوٹے بھائی کی منت کر رہی تھی کیونکہ یہاں آکر احساس ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے جب تک خاندان کے مرد نہ چاہیں وہ گھر سے قدم باہر نہیں رکھ سکتی۔

"ابھی تو کہا کہ وہ نہیں سن رہے تمہاری۔ اچھا ایک کام کرتے ہیں، میں تمہاری ٹکٹ بک کرواتا ہوں، تم اپنا سامان سمیٹو اور کسی کو شک مت ہونے دینا کہ ایسا کچھ ہو رہا ہے۔ اگر منگنی تک کی بات ہے تو کر لو۔ کیا تم گھر سے بھاگ سکو گی؟"

"ہاں میں کر لوں گی۔" اسے خود پر یقین تھا۔

"وہاں گلیوں میں کتے بھی ہوتے ہیں۔" بالاج کو اس وقت یہ بات ضروری لگی کیونکہ اس کی بہن کو بہت سے جانوروں سے ڈر لگتا تھا۔

"مجھے انسانوں اور کتوں کا فرق بھول گیا ہے۔"

زرمینہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مزید وقت ضائع نہیں کرے گی۔ ان دونوں نے مل کر ایک منصوبہ بنا لیا تاکہ وہ کسی طرح واپس لندن جا سکے۔ اگلے دن منگنی بھی ہو گئی اور اسی رات زرمینہ نے موقع کا فائدہ اٹھایا تھا۔ اس نے ضروری دستاویزات اور کچھ پیسے چھپاتے ہوئے بیگ میں ڈالے اور بالاج کے بتائے گئے ایک نمبر پر رابطہ کیا جو اس کی مدد کے لیے تیار تھا۔ اس ہڑبڑی میں وہ اپنا پاسپورٹ نہ اٹھا سکی۔ وہ گھر میں رہنے والوں کی روٹین ان چند دنوں میں قریب سے دیکھ چکی تھی۔ یہاں پر رات گئے تک شغل جاری رہتا اور فجر سے کچھ دیر قبل سناٹا ہوتا تھا۔

جب وہ گھر سے نکلی تو اس کے دل کی دھڑکن تیز تھی لیکن قدم مضبوط تھے کیونکہ وہ جانتی تھی ایک مشکل اور نامعلوم راستے پر چل رہی ہے لیکن یقین تھا کہ اس راستے پر چلنا اس کے خوابوں کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔ بڑے خواب دیکھے تھے تو قیمت بھی بڑی چکانے جا رہی تھی۔ اس نے کبھی ایسے حالات سے نبرد آزما ہونے کا سوچا نہیں تھا اور آج جب وہ وقت آن پہنچا تھا تو وہ ثابت قدم تھی۔)

"وہ شخص کون تھا جس نے تمہاری مدد کی؟" تمام روداد سننے کے بعد مائدہ کی لاتعلقی ہوا ہوئی۔ وہ ایک ہمدرد اور غمگسار مائدہ بن گئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ان کا نام موزی تھا۔ وہ کوئی پٹھان تھے اور بالاج کے جاننے والے تھے۔"

"اگر اس نے سب کو بتا دیا؟"

"بالاج کہتا ہے پٹھان زبان کے پکے ہوتے ہیں، دھوکہ نہیں دیتے۔ اگر سب کو بتانا ہی ہوتا تو مجھے یہاں تک لاتے ہی نہیں۔" مائدہ کے کندھوں پر فخر سا اترا۔

"واپس کب جا رہی ہو؟"

"منگنی سے پہلے پاسپورٹ ممی نے رکھ لیا تھا۔ موزی بھائی نے کہا تھا کوئی حل نکالنے کی کوشش کریں گے تب تک میں یہاں محفوظ ہوں۔"

"سگریٹ کہاں سے آئی تمہارے پاس؟"

"میں چین سموکر ہوں۔ جب سٹریس میں ہوتی ہوں تو پی لیتی ہوں۔" مائدہ چاہ کر بھی اسے بتا نہ پائی کہ ایک سگریٹ کتنی مضر ہوتی ہے۔

"جس سے شادی ہو رہی تھی اس سے بات کی تھی؟ شاید وہ شرم کر جاتا اور شادی سے انکار کر دیتا۔"

"وہ شرم ہی کرتا تھا تبھی کبھی سامنا یا بات نہیں ہو سکی۔ دیکھتا ہی نہیں تھا بات تو دور کی بات ہے۔ یعنی وہ بھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا، اس کے ساتھ بھی زبردستی تھی۔"

"کیوں؟" وہ مرد کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کر سکتا والے فارمولا پر یقین رکھتی تھی۔

"شادی شدہ تھا، پہلی بیوی ساتھ نہیں تھی لیکن اسے چھوڑا نہیں۔"

"کیوں؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"مجھے نہیں معلوم سب کہتے ہیں اچھی عورت نہیں تھی، بدکار تھی لیکن وہ نہیں مانتا تھا۔" مائدہ کو اپنے ہی معاشرے پر افسوس ہونے لگا۔

"پھر تم سے منگنی کیوں کی؟"

"اس کے باپ نے شادی نہ کرنے کی صورت میں اس کی ماں کو طلاق دینے کی قسم کھائی تھی۔" مائدہ ہکابکا تھی۔

"تم بھاگ آئی اور شادی نہیں ہوئی یعنی وہ قسم؟"

"مجھے کیا لینا اس کی قسم سے؟ مجھے تو واپس جانا ہے۔" مائدہ خاموش ہو گئی۔

اگلے چند دنوں میں وہ زرمینہ کے قریب ہو گئی۔ اس پر طنز کرنا چھوڑ دیا اور اس سے اچھا رویہ رکھا۔ اس نے اپنی کالج کی سہیلیوں کو بھی اس نے سارے واقعے سے آگاہ کر دیا ورنہ اس کے پیٹ کا درد ناقابل برداشت ہو جاتا۔

چند روز بعد ان چاروں کا باہر کچھ کھانے کا پلان بنا تو انہوں نے زرمینہ کو بھی ساتھ چلنے کا کہا جسے وہ نا چاہتے ہوئے بھی انکار کرتی رہی۔

"یہ مائدی کا عبایا پہن لو اور ساتھ میں نقاب بھی کر لینا۔ کوئی نہیں پہچان پائے گا۔" مہرو نے فٹ سے مسئلہ حل کر دیا۔

"ایسا نہیں ہے کہ میں باہر جانا نہیں چاہتی۔ میری وجہ سے تم لوگ بھی کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گی۔" وہ ٹالتے ہوئے بولی۔

"دیکھو زرمینے اصل بات یہ ہے ہم سب تمہیں اپنی دوست اور بہن کی طرح مانتے ہیں اور تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں بیٹھ کر چھپنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا اور آج نہیں تو کل وہ یہاں تک پہنچ جائیں گے کیونکہ پیسہ سب ممکن بنا دیتا ہے۔ دو ہفتے ہو گئے ہیں اور وہ شخص واپس نہیں آیا جس نے تمہاری مدد کی حامی بڑھی تھی۔ اسی لیے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ابھی ہم مل کر باہر جائیں گے اور کوئی حل نکالیں گے۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔" زرمینہ کی بات سن کر مائدہ نے صاف گوئی سے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

زرمینہ نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے گہری سانس لی۔ وہ مشرقی لڑکیاں اسے اچھی لگنے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہے اگر تم لوگوں کو میری مدد کرنے کا جنون سوار ہے تو میں کیسے انکار کر سکتی ہوں؟ مجھے یقین دلانے کا شکریہ کہ تم سب میرے ساتھ ہو۔" وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں ہاں ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" مائدہ نے خوشی سے عبایا اور نقاب اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔ زرمینہ نے عبایا پہن لیا اور نقاب کر کے ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا۔ اسے یقین نہ آیا کہ یہ وہی ہے۔

اسے ساتھ لیے وارڈن کی صلواتیں سنتے وہ چاروں ہنستے مسکراتے ہاسٹل کے گیٹ کی طرف بڑھنے لگیں۔ عمارہ کی کار ہاسٹل کے باہر ہی کھڑی تھی جس پر وہ تینوں وہاں آئی تھیں۔ البتہ اس بلاک کے مرکز تک جانے کے لیے انہوں نے کار کے بجائے پیدل چلنا مناسب سمجھا۔

کچھ دیر وہ سب خاموشی سے چلتی رہیں پھر مہرنگ میں کوئی پرانی روح جاگی جو وہ ہلکی آواز میں کشور کمار کا گانا گنگنانے لگی۔ اس کی آواز سراہے جانے کے قابل تھی۔ سب نے داد دیتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

یہ راتیں، یہ موسم، ندی کا کنارہ

یہ چنچل ہوا

کہا پانچ دلوں نے کہ

مل کر کبھی ہم نہ ہونگے جدا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مائدہ نے اس کی پشت پر ایک دھپ رسید کی۔

یہ کیا بات ہے آج کی چاندنی میں؟

کہ ہم کھو گئے پیار کی راگنی میں

اس نے زرمینہ اور زمرد کی گردن میں بازو ڈالے تو مائدہ نے بھی عمارہ کے بازو میں بازو ڈالا اور لگی گنگنانے!

یہ بانہوں میں بانہیں، یہ بہکی نگاہیں،

لو آنے لگا زندگی کا مزہ

یہ راتیں، یہ موسم، ندی کا کنارہ

یہ چنچل ہوا

زرمینہ نے اپنے کندھے سے مہرنگ کا بازو ہٹایا اور ان سب سے قدرے آگے چل کر رک گئی اور ان کی جانب پلٹی۔ وہ سب ایک لمحے کے لیے چونکیں اور پھر مسکرا دیں۔

ستاروں کی محفل نے کر کے اشارہ

کہا اب تو سارا جہاں ہے تمہارا

محبت جواں ہو، کھلا آسماں ہو

کرے دل کوئی آرزو اور کیا؟

اور وہ سب کورس میں گانے لگیں اور زرمینہ الٹے قدموں چلتی رہی۔

یہ راتیں، یہ موسم، ندی کا کنارہ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یہ چنچل ہوا

اب کہ عمارہ میدان میں اتری اور زمرد کا ہاتھ تھام کر اسے گھما ڈالا۔

قسم ہے تمہیں اگر تم مجھ سے روٹھی

رہے سانس جب تک یہ بندھن نہ ٹوٹے

زمرد نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

تمہیں دل دیا ہے، یہ وعدہ کیا ہے،

صنم میں تمہاری رہوں گی صدا

یہ راتیں، یہ موسم، ندی کا کنارہ

یہ چنچل ہوا

ریستوران پہنچنے تک یہی گانا وہ گاتی رہیں اور زرمینہ کو پر سکون کرتی رہیں کہ وہ باہر بھی محفوظ ہے۔ وہ اندر آنے کے بعد ایک پر سکون اور خاموش گوشے میں بیٹھ گئیں تاکہ کسی کی نظر زرمینہ پر نہ پڑے۔ زرمینہ اب ہچکچاہٹ سی محسوس کر رہی تھی۔ وہ کبھی اس طرح ڈر کر ریستوران میں نہیں جایا کرتی تھی لیکن اس وقت حالات ایسے تھے کہ وہ کم از کم ہاسٹل سے باہر نکل سکی تھی تو اسی پر شکر ادا کیا تھا۔ ان چاروں کی گرمجوشی اور باتوں کی بدولت وہ جلد ہی پر سکون محسوس کرنے لگی۔

"پاسپورٹ پاس نہیں ہے؟" عمارہ چیخی۔ زرمینہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "پھر تو پولیس رپورٹ کروانی پڑے گی اور اس سے تم پکڑی جاؤ گی' شاید موزی بھائی بھی اسی لیے کچھ نہیں کر پا رہے۔" وہ افسوس سے بولی۔

"ارے تم برٹش نیشنل ہو سیدھا قونصل یا ہائی کمیشن میں چلی جاتی نا۔" زمرد نے اس کی کم عقلی پر افسوس کیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میں ہر جگہ چلی جاتی اگر مجھے یہاں کے راستے اور قوانین معلوم ہوتے اور میرے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔ میرے بھائی نے کہا کہ وہ اپنے دوست کے ذریعے مجھے واپس بلوائے گا لیکن کافی وقت گزر گیا ہے اور وہ واپس نہیں آئے۔ واپس پہنچنے تک میں بالاج سے بھی رابطہ نہیں کر سکتی۔"

"بھائی بڑا ہے؟" مہرنگ نے پوچھا۔

"مجھ سے چھوٹا ہے سولہ سال کا ہے۔" پانی پیتی زمرد کو اچھو لگا۔

"تم بچوں کی مدد کا انتظار کر رہی ہو زرمینے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"بھائی چھوٹا ہے لیکن موزی بڑا ہے۔"

چند لمحے خاموشی میں سرک گئے۔ سب کے دماغ کوئی تانے بانے بننے لگے۔ وہ اس کام میں ماہر تھیں۔

"ہم پر بھروسہ کرو گی اگر ہم کچھ کرنا چاہیں تو؟" عمارہ نے پوچھا۔

"ملک سے باہر بھیج دو سب پر بھروسہ کروں گی۔" عمارہ نگاہیں گھمائے زمرد کی جانب دیکھنے لگی اور پھر سر جھٹک کر دوسری جانب دیکھنے لگی جہاں مہرنگ بیٹھی تھی۔

"پھوٹو بھی کیا کرنا چاہ رہی ہو۔" مائدہ نے اکتا کر کہا۔

"فائز یا حیدر؟ کس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟" اس نے ان دونوں کے بھائیوں کے نام لیے۔

"کسی پر بھی نہیں!" زمرد اور مہرنگ چلائیں کہ کسی کو اپنے بھائی سے مدد کی امید نہیں تھی۔ مائدہ کے بھائی کو انوالو کرنا اپنی گردن پر چھری پھیرنے جیسا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ پانچوں کافی دیر تک کوئی نہ کوئی راستہ نکالنے کی کوشش کرتی رہیں کہ کھانا آگیا اور ان سب کا کھانے سے دل اٹھ گیا لیکن بل دینا طے تھا تو وہ کھانے لگیں۔ اسی اثناء میں زرمینہ کا فون بجا۔ وہ اچھل ہی تو پڑی کہ یہ فون موزی نے دیا تھا اور اس کے علاوہ اسے کوئی فون نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا ڈراڈرا چہرہ دیکھ کر زمرد نے کال اٹھائی۔ اپنے ایک ٹیلنٹ کو ظاہر کرنے کا موقع ملا تھا۔

"زرمینہ بات کر رہی ہوں۔" اس نے ہو بہو زرمینہ کی آواز میں سنجیدگی سے کہا۔ زرمینہ ہکا بکا تھی البتہ باقی سب پرسکون تھیں کہ وہ معاملہ ہینڈل کر سکتی تھی۔ دوسری جانب چند پل خاموشی رہی۔

"کہاں ہو زرمینہ بچے؟ میں کچھ ڈاکومنٹس لینے ہاسٹل آیا تھا۔" دوسری جانب سے کہا گیا تو وہ چونکی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ کہہ دیتی بھاگ گئی ہوں لیکن کچھ بھی غلط کہنے سے صورتحال زرمینہ کے لیے خراب ہوتی۔

"میں روم میٹ کے ساتھ باہر کھانے کھانا آئی تھی۔"

"آپ کی صورتحال ایسی ہے کہ آپ رات کو ہوٹلوں پر سرعام کھانا کھا سکیں؟" زمرد اپنی ٹون میں کچھ کہنے ہی لگی تھی پھر زرمینہ کا مسکین چہرہ دیکھ لیا۔

"سوری۔"

"واپس آئیں مہربانی ہو گی۔" زمرد نے فون بند کر دیا۔

"لو صاحب بہادر کو ایک ماہ بعد تمہاری یاد آگئی ہے۔ ہاسٹل میں انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے اکتا کر کہا۔

"جلدی چلو۔" زرمینہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ان سب نے ایسی نظروں سے دیکھا کہ بہن کھانا تو ختم کرنے دو لیکن اس کی افراتفری میں سب کو ہی جلدی کرنی پڑی۔ وہ دروازے تک آئی ہی تھیں کہ باہر فائز مل گیا اور ان تک آنے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کے بجائے اس نے زمرد کو دور سے ہی بلا لیا۔ وہ اس کی دوستوں سے کوئی زیادہ فرینک نہیں تھا سوائے عمارہ کے جس کا ان کے گھر آنا جانا کافی تھا۔

"تم یہاں؟" زمرد ان سب کو گڈ بائے بول کر اپنے بھائی کی جانب بڑھ گئی۔

"ہم دونوں اکٹھے باہر آئے تھے اور میری ضد پر تم میرے ساتھ آئی تھیں۔"

"کب تک بچاتے رہو گے مجھے؟" وہ مزید کچھ پوچھے بغیر اس کے ساتھ کار کی جانب آئی۔

"جب تک زندہ ہوں۔"

"خدا تمہیں میری عمر بھی دے دیں۔"

"چل جھوٹی! اندر سے میری عمر بھی مانگتی ہو گی۔" اس کے کہنے پر وہ زخمی سا ہنس دی۔

زمرد وڑائچ ایک سوشل میڈیا آئیکن تھی جس کا نام کالج کی ہر راہداری، ہر کلاس روم، ہر کیفے ٹیریا کے گوشے میں سنائی دیتا تھا۔ زمرد کا شمار ان خوش نصیب طلباء میں کیا جاتا تھا جنہیں نہ صرف کالج میں شہرت حاصل تھی بلکہ سوشل میڈیا کی دنیا میں بھی اسے ایک چمکتا ستارہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے فالوورز کی تعداد ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی اور اس کی ہر نئی ویڈیو یا پوسٹ ایک نئی بحث کا آغاز کر دیا کرتی۔ وہ اپنے نظریات کا کھلم کھلا اظہار کرنے والی لڑکی تھی۔

ایسا کالج جہاں بہت سے لوگ اپنے وجود اور ٹیلنٹ کو ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے' زمرد وڑائچ اسے ثابت کر چکی تھی۔ وہ نہ صرف ولاگر تھی بلکہ ایک کوچ بھی تصور کی جاتی تھی جو سیلف ہیلپ پر کئی گھنٹے بول سکتی تھی۔ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی کے چھوٹے بڑے لمحوں کو سوشل میڈیا کے لوگوں کے ساتھ بانٹنا فرض سمجھتی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ سب جب ہاسٹل پہنچیں تو مائدہ کو صورتحال سے اپڈیٹ رکھنے کا کہہ کر' اسے زرمینہ کے ساتھ اندر بھیج کر' وہ دونوں عمارہ کی کار کی جانب بڑھ آئیں۔

"کیوں نہ ہم کوئی فلم دیکھنے چلیں۔" عمارہ نے مہرنگ سے پوچھا۔

"تمہاری ماں نے مجھے بیچ چوک میں لتر مارنے ہیں۔ سکون سے گھر جاؤ۔"

"کبھی میری خوشی کا نہ سوچنا۔ میری ماں سے ہی ڈرتی رہنا۔" اس نے ایمو شنل کرنے کی کوشش کی۔

"شادی کر لو کسی جی دار بندے سے جو آنٹی کو ٹکر دے سکے۔" عمارہ نے رکھ کر مہرو کے کندھے پر دھپ رسید کی۔ وہ ابھی شادی کے خواب دیکھنے کی عمر تک نہیں پہنچی تھیں اور اپنی روزمرہ میں اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ اس بارے میں سوچیں۔

ہاسٹل کے وزٹنگ ایریا میں وہ بیٹھا تھا۔ دو لڑکیاں اندر داخل ہوئیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مائدہ نے سر تا پیر اسے دیکھا اور کافی غور سے دیکھا۔ وہ لڑکا کہیں دیکھا دیکھا لگ رہا تھا۔ وہ اپنے فون کی جانب متوجہ ہو گیا۔ زرمینہ نے نقاب ہٹایا اور اس کی جانب بڑھی۔

"موزی بھائی آپ کو کونسے ڈاکومنٹس چاہیے؟" زرمینہ کہتے ہوئے آگے بڑھی۔ وہ زرمینہ کو ڈانٹے تو سہی۔ مائدہ لڑنے کو تیار تھی۔ زرمینہ کو دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا اور اسے بتایا کہ اسے کیا چاہیے۔ نہ ڈانٹا اور نہ غصہ کیا۔

"میں لاتی ہوں۔"

"کیوں چاہیے آپ کو زرمینے کے ڈاکومنٹس؟" اس نے ایک ناگوار نظر مائدہ پر ڈالی اور انداز ایسا تھا کہ کہہ رہا ہو جاؤ بی بی اپنا کام کرو۔ زرمینہ نے بھی رک کر سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو اسے جواب دینا پڑا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میں نے ایمرجنسی ٹریول ڈاکیومنٹ کے لیے اپوائنٹمنٹ لیا ہے اور پھر ہم ایک دو دن میں قونصلیت جائیں گے۔" مائدہ کو جواب دے کر اس نے زرمینہ سے کہا۔ وہ چلی گئی۔ مائدہ پھر بھی اسے گھورتی رہی اور اس وقت اسے نامحرم کو ٹکر ٹکر دیکھنے کا گناہ یاد نہیں رہا۔

"کہاں دیکھا ہے آپ کو؟" وہ بڑی پرسوچ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کا تعارف؟"

"مجھے مائدہ کہتے ہیں لیکن آپ بتائیں آؤٹ آف داوے جا کر زرمینے کی مدد کیوں کر رہے ہیں؟ کہیں آخر میں اسے دھوکہ تو نہیں دینے والے؟"

"فلمیں کم دیکھا کرو اور اپنے زرخیز دماغ کا استعمال پڑھائی کرنے پر دو۔" مائدہ نے گویا کڑوا بادام چبا لیا تھا لیکن جلد ہی مدعے پر آئی۔

"زرمینے خیریت سے ملک سے چلی جائے گی نا؟" وہ ایک پل کو چونکا اور پھر صوفے پر بیٹھ کر میز پر رکھا اپنا لیپ ٹاپ آن کرنے لگا۔ اس کا جواب اسے خود معلوم نہ تھا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے۔"

"سچ بتاؤں تو مجھے بھی نہیں معلوم' زرمینہ کا خاندان سندھ کے بااثر خاندانوں میں سے ہے اور وہ زرمینہ کا پیچھا اس کی موت تک کریں گے۔ وہ اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔" مائدہ کانپ کر رہ گئی۔

"میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟ پلیز اسے ہر صورت یہاں سے بھیج دیں۔"

"کوشش کر رہا ہوں' دعا کیجیے پکڑا نہ جاؤں۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

زرمینہ آگئی تو ان تینوں نے مل کر اس کا فارم فل کیا اور وہ رات قدرے پر سکون سوئی تھیں۔

دو روز بعد ہی زرمینہ کا موزی اور اس کے دوست کے ساتھ قونصلیت جانا ہوا اور وہاں اس کے پاسپورٹ کی گمشدگی کی رپورٹ جمع کروانے کے بعد ایمرجنسی کاغذات بنوا لیے گئے۔ جب وہ واپس آئی تو مائدہ کے ساتھ وہ تینوں بھی اس کے انتظار میں تھیں۔

"کیا ہوا؟" وہ جو خوشی خوشی انھیں پاسپورٹ بننے کے عمل کے شروع ہو جانے کا بتانے آئی تھی ان کے سنجیدہ چہرے دیکھ کر رک گئی۔

"آج کوئی تمہارا پوچھ رہا تھا اور ہمیں تمہارے بارے میں غلط معلومات دینا پڑیں شاید تمہارے گھر والے جان چکے ہیں کہ تم یہاں رہ رہی ہو۔" مائدہ نے اطلاع دی۔

"تم بھاگ جاؤ یہاں سے۔" زمرد نے دماغ لڑایا۔

"مگر میں کہاں جاؤں گی؟" اس کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے اور موزی کو بھی اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔

"وارڈن کچھ ہی دیر میں تم سے تحقیق کرنے آتی ہو گی زرمینے۔"

"میں ڈرتی نہیں ہوں کسی سے اور پیسے دے کر رہتی ہوں اور میرا کردار بھی مشکوک نہیں ہے اور میں۔۔۔" وہ جو جذبات میں کہے جا رہی تھی اسے مائدہ نے بازو سے دبوچ کر بستر پر پٹخا۔

"تم اس وقت گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی ہو زرمینے اور یہاں گھر سے بھاگی لڑکیوں کو اس کا خاندان قبر تک نہیں چھوڑتا۔ مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ موزی بھائی کو بولو تمہیں کہیں اور شفٹ کر دیں۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"نہیں مائدی! وہ پہلے ہی میری وجہ سے پریشان پھر رہے ہیں۔ بالاج نے بلاوجہ میری ذمہ داری ان پر ڈال دی۔ تم چاروں کیا مجھے کچھ پیسے ادھار دے سکتی ہو؟ میں کہیں اور کسی دوسرے شہر چلی جاتی ہوں۔" وہ اب سچ میں خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس نے تو سوچا ہی نہیں تھا کہ اگر ان لوگوں نے اسے تلاش کر لیا تو اس کے ساتھ کیا کریں گے؟

وہ چاروں بھی کوئی حل نکالنے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن ان کالج کی لڑکیوں کو کوئی حل دکھائی نہ دیتا تھا سوائے موزی سے دوبارہ مدد مانگنے کے۔

"میرے گھر چلو گی؟" عمارہ نے کچھ سوچ کر اس سے پوچھا۔

"آنٹی نائلہ نے اسے دیکھ لیا تو خود پولیس اسٹیشن چھوڑ کر آئیں گی۔" مائدہ نے کہا۔

"ممی ڈیڈی کا زیادہ وقت گھر سے باہر گزرتا ہے۔ گھر میں کیمرے ہیں لیکن ان سے بچ کر ہم کسی طرح زرمینے کو میرے کمرے تک پہنچا دیں تو باقی کا کام آسان ہو جائے گا۔ ملازمین کے علاوہ گھر میں کوئی بھی نہیں ہوتا اس وقت۔" صورتحال ایسی تھی کہ انہیں ابھی کہ ابھی فیصلہ لینا تھا اور زرمینہ اس کی بات مان گئی۔ ہاسٹل میں اس بات کی گارنٹی نہیں تھی کہ وہ سب اس کا ساتھ دیں گے یا نہیں لیکن وہ عمارہ کے گھر کم از کم چند دن بنا ڈرے گزار سکتی ہے جب تک پاسپورٹ نہ تیار ہو جائے۔

زرمینہ کو دوبارہ سے مائدہ کا عبایا پہننا پڑا اور وہ سب عمارہ کی کار میں آ بیٹھیں۔ مائدہ کو عمارہ کے گھر سے کافی پیچھے اتار کر عمارہ کار اپنے گھر کے پورچ میں کھڑی کر چکی تھی۔ ڈرائیور کو معمول کی طرح کار کی چابی تھما کر وہ ان تینوں کو لیے اندر کی جانب بڑھ گئی جو اس گھر کے ملازمین کے لیے معمول تھا کہ ان کی چھوٹی بی بی کی تین سہیلیاں ہیں جو اکثر اوقات یہاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ مائدہ اکثر نقاب میں ہی آتی تھی تبھی کچھ بھی غیر معمولی وہ سب نوٹس نہ کر سکے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

خان ساماں کو کھانے کا کہتی وہ ان سب کو لے کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ البتہ خان ساماں مائدہ کی خاموشی پر حیران ضرور ہوا تھا جو اس گھر میں آتے ہی اسے اپنی پسند کے تین چار پکوان بتانا نہ بھولتی تھی جیسے وہ سوچ کر آتی تھی کہ اس نے کیا کھانا ہے؟

سب پلان کے مطابق ہوا تھا۔ آخری مرحلہ مائدہ کو گھر کے اندر کرنے کا تھا۔

تمام لوگ اپنا کام کر رہے تھے جب عمارہ کی دلخراش چیخ پر سب اپنے کام چھوڑتے اس کے کمرے کی جانب بھاگے جو کہ باقاعدہ انھیں سنانے کو سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑی گلہ پھاڑ کر چیختی جا رہی تھی۔

مالی، خانساماں، ڈرائیورز، چوکیدار اور تین گارڈز اور ان سب کی ہیڈ نوراں بی بی! وہ نو لوگ اس کے کمرے کے باہر جمع ہوئے۔

باہر سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کے تھمنے کا انتظار کرتی مائدہ کو سگنل مل چکا تھا تبھی سامنے سے آتی گاڑی کو نظر انداز کرتی بھاگتی ہوئی سڑک کراس کرتی اس دیوار پر چڑھ گئی جو اس کے قد سے دور اونچی تھی۔ پھر بھی وہ اس دیوار پر چڑھ گئی۔ اوپر بیٹھتے گہرا سانس لیا اور دیوار کے دوسری جانب چھلانگ لگا دی۔ وہ جو ایک لڑکی کو بیچ سڑک پر دوڑتا دیکھ کر کار روک چکا تھا ہکا بکا تھا اور جس گھر میں وہ گئی تھی اسے مشکوک کر گیا تھا۔

ٹیرس کو جاتی گول سیڑھیاں تیزی سے چڑھتی مائدہ کا انداز چوروں جیسا تھا۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور اسی گھر کے باہر جا کر روکی۔ چوکیدار نے دروازہ کھولنے میں خاصا وقت لگایا تو اس نے وجہ پوچھی۔

"وہ عمارہ بی بی کے کمرے میں چوہا ڈھونڈ رہے تھے۔"

"سیریسلی چوہا؟" اس نے سارے تانے بانے جوڑنے میں کچھ وقت لگایا اور پھر سر جھٹک کر جس کام سے آیا تھا اس کام سے اسٹڈی کی جانب بڑھ گیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اسٹڈی سے باہر نکلتے ہوئے اسے سیڑھیوں سے کسی طوفان کی طرح وہی لڑکی اترتی نظر آئی جو کچھ دیر پہلے دیوار پھلانگ کر اندر آئی تھی۔ اسے دیکھ کر سیڑھیوں کے آخیر پر اسے بریک لگا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہے بھائی؟" مائدہ کو اس کا دیکھتے رہنا ناگوار گزرا۔

"چھلانگ اچھی لگا لیتی ہیں۔" اور مائدہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا کہ اس کی حرکت کا کوئی گواہ بھی تھا۔

"مکا بھی اچھا مارتی ہوں اور آنکھیں بھی خوب پھوڑتی ہوں۔"

"مجھے لگتا ہے اس بارے میں رانا صاحب سے بات کر لوں تو بہتر ہے۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور عمارہ کے والد کا سن کر مائدہ کے سارے اوسان خطا ہوئے۔

"ہم کھیل رہے تھے اور مجھے ڈیئر ملا تھا وہی پورا کر رہی تھی۔" اس نے سادگی سے کہا کہ اس بات کو ادھر ہی ختم کر دو خدا کا واسطہ ہے۔

اوپر سے عمارہ نے انہیں دیکھا تو بھاگتی نیچے آئی۔

"ارے کمیل بھائی آپ؟" وہ اس کے ڈیڈی کے سیکرٹری تھے اور عمارہ انہیں جانتی تھی تبھی معاملہ سنبھالنے آئی۔

"میں رانا صاحب کا لیپ ٹاپ لینے آیا تھا اور ہاں عمارہ! رانا صاحب کی معاشرے میں عزت ہے' بہتر ہے آپ کی سہیلیاں دوبارہ آپ کے گھر کی دیواریں پھلانگتی نہ دیکھی جائیں ورنہ مجھے اس بارے میں سر کو اطلاع دینا ہو گی۔ چلتا ہوں۔" وہ کہہ کر رکا نہیں اور مائدہ جو اس بات پر اسے مارنے اس کے پیچھے لپکی تھی اسے عمارہ نے قابو کر لیا۔

☆☆☆☆☆

موجودہ روز:

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کوئٹہ' بلوچستان

جب وہ اس ہال سے نکلا تو خاصا الجھا ہوا تھا کیونکہ جو فیصلہ وہ کر کے آیا تھا وہ اس کے قبیلے کی روایات اور لوگوں کی جذباتی توقعات کے خلاف تھا مگر اسے یقین تھا کہ وہ اپنے قبیلے کو اندھے انتقام اور بے گناہوں کی قربانی سے بچانے کے لیے صحیح قدم اٹھا رہا ہے۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ ان گنت لڑائیاں، جھگڑے اور انتقام کی داستانیں گزر گئیں جہاں ہمیشہ بے گناہوں کو قربان کیا گیا تھا۔ قبیلے کی روایات میں جوان لڑکیاں بنا کسی قصور کے صرف بدلے کی بھینٹ چڑھ جاتی تھیں اور اسے بے حد تکلیف دیتی تھیں۔ ونی جیسی رسمیں جو صدیوں سے چلی آ رہی تھیں' اس کے ضمیر کو جھنجھوڑتی تھیں اور آج وہ اس قابل تھا کہ کسی معصوم کی جان کسی بدلے کی آگ میں ضائع نہ ہونے دے۔

یوں ہی چلتے چلتے وہ پہاڑوں کی جانب نکل گیا اور قدرتی مناظر دیکھتا رہا۔ بلند پہاڑ، سرسبز وادیاں اور دور تک پھیلی ہوئی زمین اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ کاش اس کے شہر میں تاعمر امن قائم رہ سکے۔

اسی لمحے اس کے سامنے ایک گھوڑا تیز رفتاری سے پہاڑ پر چڑھتا نظر آیا اور اس پر کوئی سوار تھا۔ قریب آنے پر سردار نے اسے پہچان لیا۔ وہ عنایت اللہ خان تھا جو اس کا رشتے میں ماموں لگتا تھا۔ اس کے والد نے دو شادیاں کی تھیں' حبیب اللہ اور عنایت اللہ اس کی سوتیلی ماں کے بھائی تھے اور وہ اپنی بہن سے ملنے اس علاقے میں آتے رہتے تھے۔ وہ اس کی وہاں آمد کا مطلب نہ سمجھ سکا کیونکہ اس کے کسی کے ساتھ کبھی اتنے دوستانہ مراسم نہیں رہے تھے کہ خصوصی طور پر اس سے ملنے کوئی آئے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

عنایت اللہ خان کے چہرے پر وہی روایتی سرد مہری اور وقار تھا جو ہمیشہ سے اس کا خاصہ رہا تھا۔ اس کی گہری آنکھوں میں ایک قسم کا تجسس تھا جیسے وہ سردار کا تمسخر اڑا رہا ہو۔ قریب پہنچنے پر اس نے سردار کو ایک رسمی سی مسکراہٹ دی اور گھوڑے کی باگ تھام کر رک گیا۔

"سردار! تمہیں یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی۔" عنایت اللہ خان نے رسمی انداز میں کہا مگر وہ ذرا بے چین ہوا کہ اب اس کے لوگ بھی اسے سردار پکاریں گے۔

"آپ اس وقت یہاں؟ کوئی کام تھا تو مجھے بلوا لیا ہوتا۔" اس نے سادگی سے کہا۔

عنایت اللہ خان نے اپنی پگڑی کو درست کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم حیران ہو کہ میں یہاں کیوں ہوں؟ دراصل کچھ معاملات ہیں جن پر بات کرنی تھی۔" اس نے سر اثبات میں ہلا کر انہیں بات جاری رکھنے کا کہا۔

"تمہارے فیصلے کی خبریں بھی سنی ہیں، سرداری سنبھالتے ہی اتنا بڑا فیصلہ میرے نزدیک حماقت ہے۔ تمہارے فیصلے نے قبیلے میں ہلچل مچا دی ہے۔ بہت سے لوگ ناراض ہیں اور وہ اسے ایک کمزوری سمجھ رہے ہیں۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں خبردار کر دوں کہ کچھ لوگ۔۔۔"

"معذرت خان لیکن کیا آپ میرے فیصلے پر سوال اٹھانے آئے ہیں؟" سردار نے براہِ راست پوچھا جیسے وہ عنایت اللہ کے ارادے کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ عنایت اللہ لمحے بھر کے لیے خاموش ہی رہ گیا۔ یہ عبدالرحمٰن نہیں تھا جسے باتوں سے رام کیا جا سکے۔ یہ شہر کا پانی پی کر آیا لڑکا تھا جس کی قبیلے کی رسموں سے کبھی نہیں بنی۔ اس چھوٹی سی گفتگو نے اسے سمجھا دیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تم صحیح کر رہے ہو یا غلط؟ یہ فیصلہ وقت کرے گا لیکن اس وقت تمہیں طاقتور دشمنوں کا سامنا ہے۔ میں یہاں آیا ہوں کیونکہ تم میرے خاندان سے ہو اور میں تمہیں خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ لوگ تمہارے فیصلے کو چیلنج کرنے والے ہیں۔ اگر تمہارے ارد گرد کے لوگ تمہارے ساتھ نہیں ہوں گے تو تمہارے لیے یہ جنگ بہت مشکل ہو جائے گی۔"

"سردار بلوچ!" بہزاد کی آواز پر وہ پلٹا۔ "آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا۔" اس کو جلد بازی میں دیکھ کر اس نے عنایت اللہ کو گھر آنے کی دعوت دی اور بہزاد کے ساتھ پہاڑ سے اترنے لگا۔

"قبیلے میں بغاوت کے آثار ہیں۔ کئی جوان آپ کے فیصلے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں اگر آپ نے اپنا فیصلہ نہ بدلا تو وہ خود دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔" اس کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی چھا گئی۔ کتنے جلد باز ہیں سب کے سب!

وہ جانتا تھا کہ لوگ جذبات میں آکر کچھ بھی کر سکتے ہیں اور یہ بات اس کے فیصلے کو مزید مشکل بنا رہی تھی لیکن اس کا دل اس بات پر قائم تھا کہ وہ کسی صورت اپنے اصولوں سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ کسی ایک کو تو ایسا قدم بہر حال اٹھانا ہی تھا۔

"انہیں کہہ دو اگر کسی نے اپنی مرضی سے قانون کو ہاتھ میں لیا تو وہ خود بھی اس بدلے کی زد میں آئے گا۔ یہ قبیلہ صرف رسم و رواج کے تحت نہیں بلکہ انصاف کے تحت چلے گا۔" بہزاد نے کچھ کہنا چاہا جیسے وہ عبدالرحمٰن سے کہہ دیا کرتا تھا، سمجھا دیا کرتا تھا لیکن سامنے والا اتنا سنجیدہ تھا کہ وہ کہہ نہ سکا اور اس سے پہلے پہاڑ سے نیچے اتر گیا۔

سردار نے ایک آخری بار وادی کی طرف دیکھا جہاں آسمان اور زمین مل رہے تھے۔ کتنا مکمل نظارہ تھا؟ اس سے پہلے وہ مزید نیچے اترتا کہ اس کا سیل فون بجا۔ اپنی شال ہٹا کر اس نے جیب سے فون نکالا تو بے ساختہ مسکراہٹ نے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

چہرے کا احاطہ کیا۔ اتنے دنوں بعد اس کے چہرے پر کھلی مسکراہٹ اوپر کھڑے عنایت اللہ نے دیکھی تو پر سوچ انداز میں اپنے گھوڑے کی جانب بڑھا اور دوسری جانب سے نیچے اتر گیا۔

سردار وہیں بیٹھ گیا اور فون سامنے کیے چند پل اسے دیکھتا رہا۔ اسکرین پر Miss Metamorphosis لکھا دیکھ کر اس نے کال آنسر کی۔

"ایک ہفتے میں کتنے دن ہوتے ہیں مسٹر؟" نرم سی آواز میں خفگی بھری تھی۔ اس نے بے اختیاری میں اپنا سر کھجایا۔

"میرا استعفیٰ آپ قبول نہیں کرتیں اور پھر چھٹی کرنے پر پوچھتی ہیں ایک ہفتے میں کتنے دن ہوتے ہیں؟"

"تم جیسے ضدی شخص کو سمجھانا آسان بھی تو نہیں۔ یہ یاد دلانا ضروری تھا کہ تم غائب ہو گئے ہو اور ابھی میری کمپنی کو تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں مصروف تھا۔۔۔ گاؤں میں ایک ضروری کام پڑ گیا تھا تو اسی میں الجھ کر رہ گیا۔" وضاحت دیتے اس کی مسکراہٹ ہنوز برقرار رہی۔

"مصروف تم ہمیشہ ہوتے ہو اور اہم لوگوں کے لیے وقت بھی نکالتے ہو۔" اس کی وضاحت کو رد کیا گیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے خاندان میں کیا چل رہا ہے اور وہ جانتی بھی کیوں؟ وہ ایک ہفتے سے یہاں قبیلے کی ذمہ داریوں میں الجھا ہوا تھا کہ کسی سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں مل سکا مگر ابھی اسے سن کر اس کا دل ہلکا ہو رہا تھا۔ اس کی شوخ ہنسی اور اس کی نرم آواز اسے سکون دیتی تھی لیکن وہ جانتا تھا وہ عورت اس کے لاحاصل میں سے ہے۔ دل کا راز دل میں ہی دفن تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میں نے آپ کو مس کیا۔" اس نے سوچا لیکن فون پر وہ یہ جملہ کہنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ اس کی جگہ اس نے ہمیشہ رسمی بات چیت کا سہارا لیا تھا۔

"تم کب واپس آؤ گے؟" اس کی خاموشی طویل ہوئی تو دوسری جانب سے پھر سوال پوچھا گیا۔

"کاش ابھی آسکتا۔" اس نے بے اختیار کہا۔

"سوری؟"

"کام بھی تو اتنا اکھٹا ہو گیا ہو گا۔ ابھی آنا ممکن ہوتا تو ضرور آتا۔"

"کیا تم اس مرتبہ سیریس تھے؟"

"میں سیریس نہیں تھا لیکن کیا آپ میرے لیے ایک ہفتہ تیس دن کا کر سکتی ہیں؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔

"اس سے کیا ہو گا؟"

"نہ دیا گیا استعفیٰ واپس لے لوں گا۔"

"اور؟"

"دلجمعی سے کام کروں گا۔"

"اور؟"

"وقت کا پابند رہوں گا۔"

"اور؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"چھٹی کسی صورت نہیں کروں گا۔"

"اور؟"

"آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"اور؟"

"آپ کے کام کی مقدار بڑھانے پر بھی کبھی اعتراض نہیں کروں گا۔"

"اور؟"

"آپ کی ہر بات پر ہاں کہنے کی کوشش کروں گا اور کوئی بحث نہیں کروں گا۔"

"اور؟"

"جو کہا ہے کیا وہ کافی نہیں؟" وہ قدرے ریلکس سے انداز میں بولا۔

"نہیں! کب شروع کر رہے ہو یہ وقت کی پابندی؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"جس دن آپ ایک ہفتہ تیس دن کا کر دیں گی۔"

"چلو پھر دیکھتے ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"کیا دیکھتے ہیں؟ میں نے آپ کو ابھی ابھی یقین تو دلایا ہے۔" اس نے بھنویں چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"یقین دلانے کے لیے کچھ کرنا پڑتا ہے، باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"اچھا تو پھر بتائیں، کیا کرنا ہو گا؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"سب سے پہلے تو ایک وعدہ کرو کہ اپنے کام کو بنا کسی شرط کے پورا کرو گے۔"

"یہ تو بالکل آسان ہے۔" اس نے فوراً جواب دیا۔ وہ اپنے الفاظوں کو مینی پولیٹ کر سکتا تھا۔ وہ الفاظ گھمانے کا ہنر رکھتا تھا۔

"دوسرا وعدہ کرو کہ تم وقت کی پابندی کرو گے چاہے حالات کیسے بھی ہوں۔"

"یہ بھی منظور ہے۔" اس نے اعتماد سے کہا۔ وہ ایسے حالات پیدا کرے گا کہ وہ اسے خود وقت کی پابندی نہ کرنے کا کہے گی۔

"اور تیسرا وعدہ! کبھی کسی مسئلے کا بہانہ نہیں بناؤ گے۔"

"بہانہ؟ بالکل نہیں۔ کوئی بہانہ نہیں ہو گا کام، کام اور صرف کام ہو گا۔"

"ٹھیک ہے' میں بھی سوچوں گی۔"

"کیا سوچیں گی؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔

"ایک ہفتہ تیس دن کا بنانے کا طریقہ!" وہ ہنستے ہوئے بولی اور کال کاٹ دی۔

کال بند ہوئی تو گویا سارے میں خاموشی چھا گئی۔ سردار وہیں بیٹھا خزاں میں بہار کو محسوس کرتا رہا۔ اچانک سب اچھا محسوس ہونے لگا۔

☆☆☆☆☆

پمز ہسپتال' اسلام آباد

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اگلے روز سیدہ مہرنگ نے اٹاپسی کے لیے سارے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ اس نے کتنوں کو دھمکایا اور کتنوں کو پیسے دیے مائدہ نہیں جانتی تھی لیکن اس نے مائدہ کو اٹاپسی کرنے کے لیے محفوظ راستہ دے دیا تھا۔ مائدہ اور کزائی فورنسک پیتھولوجسٹ کے طور پر وہ اٹاپسی کر رہی تھی اور اس کے ساتھ ایک فورنسک ٹیکنیشن اور ایک لیبارٹری کا آدمی تھا۔ مہرنگ نے ان دونوں کو خریدا تھا تبھی وہ مائدہ کے وہاں آنے پر کچھ نہیں کہہ سکے۔

اس وقت بھی اس کمرے کی سرد، طبی فضاء میں فلوروسینٹ لائٹس کی مدہم روشنی تھی جو کمرے کے کونوں تک کم ہی پہنچتی تھی۔ کمرہ صاف ستھرا اور ہر سطح چمک رہی تھی۔ اسٹینلیس اسٹیل کی میزیں اور تیز دھار آلات ایک ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ کمرے کی ایک دیوار پر چھوٹی سی کھڑکی تھی جو باہر کی دنیا کی جھلک دکھا رہی تھی کہ وہاں رات گہری ہو چکی تھی اسی لیے مدہم روشنی نے کمرے کی فضاء کو اور بھی سنجیدہ بنا دیا تھا۔

ڈاکٹر مائدہ خان پوسٹ مارٹم کی میز کے پاس کھڑی' اپنی تمام تر ساری توجہ اس ڈیڈ باڈی پر مرکوز کیے ہوئے تھی جو ٹھنڈے میز پر دھری تھی۔ میز پر پڑے انسانی جسم میں جب تک روح تھی تب تک اسے زین العابدین کے نام سے جانا جاتا تھا اور اس کی موت کو خودکشی قرار دیا گیا تھا۔

مائدہ نے اپنے دستانے درست کیے اور ٹیکنیشن کی جانب دیکھ کر گہری سانس لی۔ ان سب کی نظریں اس جسم پر مرکوز تھیں۔

دروازہ آہستہ سے کھلا اور مہرنگ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی آنکھیں ٹھنڈی، حساب کتاب کرنے والی تھیں۔ وہ ایک سیاہ اور سفید کے امتزاج کے کاروباری سوٹ میں ملبوس تھی جو اس سنجیدہ ماحول سے میل کھاتا تھا۔ گلے میں وہی چھری کے ڈیزائن کا لاکٹ لٹک رہا تھا جس پر K2 درج تھا۔ اس نے مائدہ کی طرف دیکھا اور پھر اس جسم پر نظر ڈالی۔

(اٹاپسی کے تین مراحل ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے جسم کے بیرونی حصے کا معائنہ کیا جاتا ہے، جیسے زخم، چوٹ، نشان وغیرہ۔)

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"مجھے امید ہے کہ میں نے تمہارے کام میں مداخلت نہیں کی۔ کچھ معلوم ہوا؟" اس نے مداخلت کرنے کے بعد ذرا سادگی سے مائدہ کا پارہ ہائی کیا کیونکہ وہ جانتی تھی مائدہ جب ٹینس ہو یا اس پر کسی کام کا پریشر ہو تو وہ اچھا کام کرتی ہے۔

"باہر دفعان ہو جاؤ۔" اس نے ہائی کورٹ کی نامور وکیل کی عزت کمرے میں موجود باقی لوگوں کے سامنے دو کوڑی کی کر دی تھی۔ مہرنگ نے ہر گز برا نہیں منایا اور باہر جانے کے بجائے میز کے قریب آئی جیسے اس نے سنا نہیں تھا۔ چند لمحے وہ خاموشی سے ان سب کو کام کرتا دیکھتی رہی۔

"مجھے یہ یقینی بنانا تھا کہ سب کچھ صحیح طریقے سے ہو رہا ہے کہ نہیں؟" مائدہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا اور اپنی جانچ جاری رکھی۔ اس نے اسکالپل تھاما اور اب اندرونی معائنہ کرنے لگی۔

(داخلی معائنہ: دوسرے نمبر پر جسم کے اندرونی اعضاء کو کاٹ کر ان کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔)

اٹاپسی کے دوران چاقو کی کٹنے کی آواز خاموشی میں گونجتی رہی تھی۔

مائدہ احتیاط سے وہاں کٹ لگاتی جہاں جہاں درکار تھے اور پھر وہ معلوم ہونے والی ہر دریافت کو تفصیل سے لکھتی گئی۔ اس نے جسم پر نیلے نشان، زخم، چوٹیں اور دیگر تفصیلات کو نوٹ کیا جو کہ واقعی خودکشی کی کہانی سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔

(پھر ٹشو، خون یا دیگر مواد کے نمونے لیے جاتے ہیں تاکہ لیبارٹری میں مزید ٹیسٹ کیے جا سکیں۔)

مہرنگ نے اس سارے میں اسے تنگ نہیں کیا اور باہر کی جانب بڑھ گئی لیکن ایک لمحے کو ساکت ہو گئی۔ اسے دروازے کے باہر سے کوئی تیزی سے بھاگتا ہوا نظر آیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کسی نے دیکھ تو نہیں لیا؟" اس نے خود کلامی کی اور ایک گردن موڑ کر پوری توجہ سے کام کرتی مائدہ کو دیکھا۔ وہ تیزی سے اس کمرے سے باہر نکل گئی۔

"تمہارا کہنا ٹھیک تھا کہ خودکشی کا دعویٰ درست نہیں ہے۔" مائدہ نے بتاتے ہوئے سر اٹھایا تو حیرت سے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی لیکن مہرنگ کہیں دکھائی نہیں دی۔

باہر وہ تین چار کاریڈور دیکھ چکی تھی لیکن کوئی انسان نظر نہ آیا لیکن اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس نے کیمرہ فلیش ہوتے دیکھا تھا اور غلط نہیں دیکھا تھا۔ چند منٹ بعد وہ واپس کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے۔ کچھ تھا جسے وہ نظر انداز نہیں کر پا رہی تھی۔

(آخر میں ایک تفصیلی رپورٹ تیار کی جاتی ہے جس میں موت کی وجہ اور دیگر اہم معلومات درج کی جاتی ہیں۔)

"یہ خودکشی نہیں تھی۔ کچھ دیر میں رپوٹس بن جائیں گی پھر میں تمہیں بھیج دوں گی۔" مہرنگ نے کچھ دیر خاموشی سے مائدہ کو دیکھا۔ اب وہ دونوں وہاں اکیلی تھیں۔ فورنسک ٹیکنیشن اور لیبارٹری کا آدمی نمونے لے کر چلے گئے تھے۔

"میں جانتی ہوں پر ابھی مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا تھا شاید کوئی اور بھی جانتا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔" اس نے بے چینی سے کہا۔ مائدہ کے دل میں ایک انجانا خوف سرایت کرنے لگا۔ ایسے دو نمبر کام کرتے ہوئے اس کی ویسے ہی جان جاتی تھی۔

"کیا تم نے کسی کو دیکھا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں کسی کو دروازے کے باہر تیزی سے بھاگتے دیکھا تھا لیکن میں شناخت نہیں کر سکی۔" اس کی آواز میں پریشانی صاف ظاہر تھی۔ مائدہ نے بھی گہرا سانس لیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"اگر تم اس کیس کی سچائی جلد سامنے لے آؤ تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"کیا تم میرا ساتھ دو گی؟"

"ظاہر ہے! اب میں خود کو اس سارے میس میں گھسیٹ چکی ہوں تو ساتھ دینا ہی پڑے گا کیونکہ اگر کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ جانتا ہے ہم سچ کے قریب پہنچ رہے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد ہی لیبارٹری کے آدمی نے ایک فائل لا کر مائدہ کو تھمائی اور اس نے فائل کو احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں پیک کیا اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئیں لیکن اس کے دل میں یہ خوف تھا کہ جس سچائی کی تلاش کرنے میں وہ مہرنگ کی مدد کر رہی ہے اگر وہ سچائی نہ ہوئی تو؟

دروازے سے باہر نکلتے ہوئے وہ دونوں محتاط اور سنجیدہ تھیں جیسے کسی بھی نامعلوم خطرے کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔

☆☆☆☆☆

بلیو ایریا' اسلام آباد

اسلام آباد کی سرزمین پر سردیوں کی آمد تھی اور درجہ حرارت گرتا جا رہا تھا۔ ایسے میں سرما کی دھوپ نے اس شہر میں مزید نکھار پیدا کیا تھا۔ شہر کے تجارتی اور کاروباری علاقے میں ایک مایہ ناز کمپنی **"داشیلڈ سٹار"** پوری شان و شوکت سے کھڑی تھی جس کے بیرونی شیشے سرما کی دھوپ میں چمک رہے تھے۔ بلڈنگ کا انٹیریئر ایک جدید اور آئیکانک ڈیزائن کا مظہر معلوم ہوتا تھا۔ عمارت کے اطراف میں کھلے سبزے اور فوارے موجود تھے جو ایک خوشگوار ماحول فراہم کر رہے تھے۔ بڑی بڑی کھڑکیاں اور عمارت کی چوڑی شیشے کی دیواریں اندر کے ماحول کی شفافیت اور جدیدیت کو واضح کر رہی تھیں۔ بلڈنگ کے ارد گرد کی فضا میں ایک خاموشی اور وقار تھا۔ آج سوموار

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تھا۔ بہت سے ملازمین دفتر آج منہ بسورے کام پر آئے ہونگے۔ کچھ ملازمین آج بھی سر سے اتارنے کا کام کرنے آئے ہونگے۔ چند ایک کچھ نیا سیکھنے کے جذبہ اور مثبت توانائی کے ساتھ آئے ہونگے۔

کمپنی کا اندرونی ماحول "**داشیلڈ سٹار**" کی سرمایہ کاری نوعیت کا عکاس تھا۔ لابی میں قدم رکھتے ہی جو چیز سب سے زیادہ نمایاں تھی وہ سنہری اور نیوی بلیو رنگوں کا امتزاج تھا جو مالی استحکام، وقار اور اعتماد کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ نیوی بلیو کا رنگ طاقت اور گہرائی کی نمائندگی کرتا تھا جبکہ سنہری رنگ سرمایہ کاری کی کامیابی اور دولت کی علامت تھا۔ "**داشیلڈ سٹار**" کے لوگ سنجیدہ رنگ پہنتے تھے۔ دیواروں پر جدید آرٹ ورک کے ساتھ سٹاک مارکیٹ کے گراف، عالمی معاشی سروے اور کمپنی کی مالیاتی کامیابیوں کی تصویری جھلکیاں دکھائی دے رہی تھیں جو سرمایہ کاری کی دنیا میں کمپنی کی مضبوط حیثیت کو نمایاں کر رہی تھیں۔

وہ پارکنگ میں اپنی کار کھڑی کر کے 'عادتاً بے نیازی سے باہر نکلی۔ بائیں ہاتھ میں پرس تھاما اور گاگلز اتار کر پرس سے لٹکا دیں۔ پارکنگ سے منسلک لفٹ تک آئی اور مطلوبہ فلور کا نمبر دبایا۔ کندھوں تک آتے سیاہ رنگ کے بال گہرے گلاب کی مہک دے رہے تھے۔ بال خوبصورتی سے ٹرم کیے گئے تھے گویا ان بالوں میں کوئی نقص نکالا ہی نہ جا سکتا ہو۔ نفیس سے میک اپ سے آراستہ چہرہ سنجیدہ، سپاٹ اور کاروباری لگتا تھا۔ تم اسے خوبصورت بھی کہہ سکتے ہو کیونکہ وہ خوبصورتی کے ہر معیار پر پورا اترتی تھی۔

وہ لفٹ سے نکل کر اپنے سٹاف کے فلور پر پہنچی تو تمام سٹاف ایک دم نظم و ضبط میں آ گیا۔ اس کی سیاہ ہیلز سارے میں ارتعاش پیدا کرنے لگیں۔ آفس مین نے اسے سلام کیا تو اس نے سر اثبات میں ہلا کر سلام کا جواب دیا۔ سپاٹ چہرے پر نرمی آ گئی۔ وہ بظاہر مسکراتے ہوئے' پرسکون چہرے کے ساتھ سلیقے سے چلتی "**پروڈکشن مینیجر**" کے آفس کے باہر آ کھڑی ہوئی۔ سارے سٹاف میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ دو خواتین ہمکار اس کے آج کیے گئے میک اپ پر تبصرہ کرنے لگیں۔ دو مرد ہمکار اس کے موڈ پر تبصرہ کرنے لگے۔ کچھ نے اپنے کام پر دھیان دینے کو

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

فوقیت دی اور کچھ نے بس سرسری سا اپنی باس کا جائزہ لے کر "**شہد کی مکھی آگئی ہے**" کہا اور اپنے کام پر توجہ دینا ضروری سمجھا۔

وہ اس وقت سفید پینٹ سوٹ کے ساتھ سیاہ اور سفید امتزاج کا بلیزر پہنے ہوئے تھی۔ گلے اور کانوں میں نفیس سے سرخ رنگ کا روبی پتھر چمک رہا تھا اور بائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی میں بھی سرخ روبی تھا۔ "**داشیلڈ سٹار**" کے لوگ سنجیدہ رنگ پہنتے تھے۔

اس فلور کا فرنیچر جدید اور معیاری تھا جہاں سنہری دھات کے فریمز والی میز اور کرسیاں اسٹائل، کلاس اور عیش و آرام کا ثبوت پیش کر رہی تھیں جبکہ جگہ جگہ مالیاتی دستاویزات اور رپورٹس کے لیے مخصوص شیلف رکھے گئے تھے جو شیشے سے بنے تھے۔ چھت سے لٹکتے کرسٹل فانوس، کھڑکیوں سے آتی نرم دھوپ اور ماحول میں موجود positive vibe ایک خاص شاہانہ ماحول پیدا کر رہے تھے۔

اس نے دروازہ ناک کرنے کو اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ پی اے آن پہنچا۔

"میم! سر وسیم ابھی آفس نہیں آئے۔" اس نے گردن موڑ کر اپنے پی اے کو دیکھا اور اس کی ڈریسنگ کو داد دی جو کم وقت میں اچھا پہننا اور پروفیشنل رہنا سیکھ چکا تھا۔

"علی آج آفس میں کتنی میٹنگز ہیں؟" پروڈکشن مینیجر کو بعد میں پوچھنے کا سوچ کر وہ شائستہ انداز میں پی اے سے گویا ہوئی اور دوبارہ لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔

"آج آپ کی صرف ایک میٹنگ ہے اور وہ ہوٹل میں ہے۔ پاشا سر نے کہا تھا وہ آپ کے لیے اہم ہے اسی لیے آفس میں سب وہ مینج کر لیں گے۔" اس کے ساتھ قدم ملانے کی کوشش کرتا علی بولا۔

"اور کس کے ساتھ ہے اہم میٹنگ؟" لفٹ کے باہر رک کر پوچھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"جن کا آپ کو انتظار تھا۔" علی نے بتایا اور وہ لفٹ کے اندر قدم رکھتے رکی۔ دماغ نے کوئی وارننگ دیتا سگنل پاس کیا تھا۔

"جن کا مجھے انتظار تھا؟" اس نے علی کی بات کو دہراتے ہوئے خود سے سوال کیا۔

"مطلب؟" ایک خوشگوار سی حیرت اس کے چہرے پر در آئی۔ "اوہ تو شکار جال میں پھنس ہی گیا۔" وہ لفٹ میں سیدھی کھڑی ہوئی اور لفٹ کے باہر کھڑے علی کی جانب فائل کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ فائل اس نے تھامی اور اپنے فلور کا بٹن دبایا۔ لفٹ نے اوپر کی جانب سفر شروع کیا۔

شہر کی مایہ ناز سرمایہ کار کمپنیوں میں **"داشیلڈ سٹار"** کا شمار صفِ اول کی کمپنیوں میں کیا جاتا تھا جس کا رتبہ کاروباری دنیا میں بے مثال تھا گو کہ کمپنی کا قیام بیسویں صدی کے آخر میں ہوا تھا لیکن گزشتہ دو سالوں کے مختصر عرصے میں کمپنی نے اپنا اثر و رسوخ اتنا مضبوط کر لیا تھا کہ مارکیٹ کے تمام بڑے کھلاڑی ان کے فیصلوں کو بغور دیکھتے تھے۔ اس کی شہرت کا سبب صرف مالی طاقت نہیں بلکہ جدید اور منفرد سرمایہ کاری کے طریقے تھے جنہوں نے کاروباری دنیا کو ایک نئی سمت دی تھی۔

اس کمپنی کی نئی سی ای او زمر دوڑائچ نے مارکیٹ میں صرف پیسہ نہیں لگایا بلکہ نئے کاروباری رجحانات اور ڈیجیٹل انویسٹمنٹ کے طریقے متعارف کرائے جو پہلے اس حد تک استعمال نہیں ہوئے تھے اور آج وقت کی ضرورت تھے۔ بدلتی دنیا کے ساتھ اسکا نظریہ شفاف تھا کہ روایتی سرمایہ کاری کے طریقوں کے ساتھ جدید ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعے نئے مواقع تلاش اور فراہم کیے جائیں۔

مثال کے طور پر جہاں دوسری کمپنیاں روایتی حصص اور املاک میں سرمایہ کاری کرتی تھیں وہاں **"داشیلڈ سٹار"** نے ڈیجیٹل مارکیٹس، فن ٹیک اور ای-کامرس کے ابھرتے ہوئے شعبوں میں سرمایہ کاری کرنا شروع کر دی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کی کمپنی نے پاکستان اور بیرون ملک ایسی صنعتوں میں اپنا حصہ ڈالنا شروع کیا جو ابھی ترقی کی ابتدائی مراحل میں تھیں اور یوں کمپنی نے مستقبل کی معیشت پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

اس نے اپنے سوشل میڈیا کے اثر ورسوخ کو بھی سرمایہ کاری کے لیے ایک طاقتور پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا تھا۔ اس کی پیشکشیں اور سرمایہ کاری کی تجاویز فوراً وائرل ہو جاتیں اور کمپنی کے لیے کامیابی کے نئے مواقع کھلتے چلے جاتے۔

اس نے اس مرتبہ کسی کے لیے جال پھینکا تھا اور وہ اس جال میں پھنس گئی تھی۔

لفٹ ٹاپ فلور پر آکر رکی جو پوری عمارت کا دل تھا جہاں کمپنی کے اعلیٰ عہدے داروں کے دفاتر اور میٹنگ رومز موجود تھے۔ جیسے ہی لفٹ کے دروازے کھلے شیشے کی دیواروں کے پیچھے سے اسلام آباد کا شاندار نظارہ دکھائی دیا جس میں دور تک پھیلے پہاڑ اور شہر کا سبزہ نظر آرہا تھا۔ اگر اسلام آباد کی تعریف صرف ایک رنگ میں کرنی ہو تو وہ سبز رنگ ہو گا۔

دیواروں پر جدید آرٹ کی وہ تصویریں آویزاں تھیں جو کمپنی کی بین الاقوامی سطح پر موجودگی کی عکاسی کرتی تھیں۔

ذرا ٹھہر کر تم میٹنگ رومز میں جھانکو تو ہر کمرے میں جدید ٹیکنالوجی نصب تھی اور کانفرنس رومز میں بڑی بڑی سکرینیں، ویڈیو کانفرنسنگ آلات، اور اسمارٹ بورڈز موجود تھے۔ اعلیٰ سطح کی میٹنگز کے لیے مخصوص کمرہ موجود تھا جہاں وہ لوگ بیٹھ کر اہم فیصلے لیا کرتے تھے۔ اسے **نحل روم** بلایا جاتا تھا۔ کیوں؟ بس زمرد نے کہہ دیا تھا اور وہ مشہور ہو گیا تھا، ٹرینڈ بن گیا تھا۔ ٹاپ فلور کی ہر چیز معیار، وقار اور جدت کا مظہر تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ خوشی سے گنگناتی بہت مصروف انداز میں چلتی ہوئی اپنے آفس میں آگئی۔اس نے آفس چیئر پر بیٹھ کر اس فائل اور اس آئیڈیا کا جائزہ لیا جس میں آج کی میٹنگ کے حوالے سے معلومات درج تھیں اور دوسری کمپنی نے جس پر پریزنٹیشن دینا تھی۔

تم گھوم کر آفس کا جائزہ لو تو اس کی شہد کی مکھیوں سے محبت کو داد دو۔اس آفس میں سب سے زیادہ دلکش شے جو توجہ کھینچتی تھی وہ چھت سے لٹکا ہوا ایک بڑی سنہری، مسدس شکل کی ساخت کا فانوس تھا جو شہد کے چھتے کی مانند دکھائی دیتی تھی۔یہ فانوس جب روشنی بکھیرتا تو گویا شہد کی مٹھاس اور روشنی کا ایک نرم اثر کمرے میں چھوڑتا۔ دیواروں پر نفیس جیومیٹری کے ساتھ سیاہ اور سنہرے رنگ کا خاص طور پر استعمال کیا گیا تھا۔آفس ویسا ہی تھا جیسا زمر دوڑائچ کا ہونا چاہیے۔

ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو کر گزر گئی۔

وقت کی پابند، نظم وضبط کا خاص خیال رکھنے والی زمر دوڑائچ جو اپنے وقت پر آفس آتی، ایک منٹ نہ پہلے اور نہ بعد میں۔۔۔پرفیکشنسٹ، کامل جو، معیار پسند اور باریک بین! اس وقت ایک غیر پیشہ ورانہ حرکت کرنے لگی تھی۔ میٹنگ کا وقت مختص تھا، یقیناً اس کی ٹیم کی جانب سے بھی تیاریاں مکمل تھیں لیکن افسوس! اس کے پاس تو آج کی اہم میٹنگ کو اٹینڈ کرنے کا وقت ہی نہیں تھا۔

اس نے آفس میز پر رکھا اپنا فون اٹھایا اور اپنی ماں کو کال ملانے لگی۔ایک ہی بیل کے بعد فون اٹھا لیا گیا۔

"نہیں رہنا ہوا میرے بغیر؟" ماں کی زندگی سے بھرپور آواز سنائی دی تو وہ مسکرا دی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"آپ کے بغیر رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خیر ایک بات بتائیں۔" وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ "آپ کو عفان کی فلائٹ کا وقت معلوم ہے؟ آپ نے رات کو ذکر کیا تھا اس کے آنے کا۔" اس نے انداز کو نہایت سرسری سا رکھا۔

"ہاں آج شام پانچ بجے تک ائیرپورٹ پہنچ جائے گا۔"

"آپ ایسا کریں پھوپھو کو بتا دیں کہ میں عفان کو ایئرپورٹ سے پک کر لوں گی' وہ ڈرائیور کو نہ بھیجیں اور رات ڈنر ہماری طرف کر لیں بلکہ فیملی ڈنر رکھ لیں عفان کے آنے کی خوشی میں۔" اس نے یوں کہا جیسے نہایت فرصت سی فرصت ہو۔

"کیوں خیریت ہے؟ تم نے تو آج ایک سائٹ کے وزٹ کو جانا تھا اور شاید کوئی اہم میٹنگ بھی تھی جس کا تم صبح اپنے پاپا سے ذکر کر رہی تھی۔ فیملی ڈنر کب سے تمہارا سر درد ہونے لگے؟"

"ماں آپ کو میرے میٹنگ کے اوقات یاد رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے لاڈ سے کہا اور فون میز پر رکھ کر اس سے ٹیک لگا کر کھڑی رہی۔

"اور آج سے پہلے تو تم کبھی کسی کی ڈرائیور نہیں بنی' عفان کے لیے کیوں؟" اس کی ماں نے تشویش سے پوچھا۔

"میں سمیر کی ڈرائیور ہی تو تھی ماما۔ اس طرح کی انویسٹیگیشن کے لیے پاپا کافی ہیں' آپ اس طرح کی باتیں نہ کیا کریں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر فون بند کر دیا۔ اتنی غیر اخلاقی حرکت پر خود کو شاباشی بھی دی البتہ چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا۔ کچھ دیر وہیں کھڑے' ہاتھ میں پہنے روبی کو گھماتے وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

سر جھٹک کر وہ اپنے آفس سے باہر آئی اور جناب پرسنل سیکرٹری اکرم نقوی پاشا کے آفس کا دروازہ ناک کر کے اندر چلی آئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"گزری ہوئی صبح کا سلام پاشا صاحب! میں ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں اسی لیے آج کی تمام میٹنگز کینسل۔" سلام جھاڑنے کے بعد اس نے کہا۔ وہ جو اسے دیکھ کر نرم اور شفیق سا مسکرانے لگے تھے اس کی بات پر سنجیدہ ہوئے۔

"کیا واقعی؟ آپ کو معلوم ہے آج ہماری "**ایلفا سیکیورٹی گروپ**" کے ساتھ اہم میٹنگ ہے اور یہ ایک سنہری موقع ہے۔ ہمیں گنوانا ہرگز نہیں چاہیے۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"مجھے یقین ہے آپ ہینڈل کر لیں گے اور سب سنبھال لیں گے۔ گڈ لک! اور میرے اس فیصلے کا انھیں اس وقت معلوم ہو گا جب وہ میٹنگ کے لیے ہوٹل موجود ہوں گے۔" وہ ایک دم اتنے دوستانہ انداز میں بولی کہ پاشا خود گڑبڑا گئے۔

"میرے خیال میں آپ کو ہر ضروری کام سے پہلے بھی یہ میٹنگ اٹینڈ کر لینی چاہیے کیونکہ ہمیں نہیں معلوم اس کے بعد وہ لوگ دوبارہ اس پروجیکٹ کے لیے ہمارے پاس آئیں گے یا نہیں اور سر سہیل کو بھی بریفنگ دینی پڑے گی جس میں صرف آپ کی سبکی ہے۔" انھوں نے پھر بھی نرم انداز میں اسے سمجھایا' اس کے باپ سے ڈرایا۔ جو بھی تھا وہ لڑکی ان کی باس تھی اور اس سے بڑے باس اس کے گھر ہوتے تھے۔

"پاشا! کبھی کبھی مجھے لگتا ہے آپ کو میرا سیکرٹری نہیں ہونا چاہیے۔ دل کرتا ہے آپ کو کسی غبن کیس میں پھنسا دوں تاکہ مجھے پاپا کی جلی کٹی تو نہ سننی پڑے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ میں باس بن کر بھی باس نہیں اور آپ سی سی ٹی وی بن کر ہر وقت کوئی نہ کوئی بلاسٹ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔" وہ بچوں کے سے انداز میں شکوہ کر رہی تھی۔

"آپ کے روشن خیالوں کے بارے میں جلد ہی سہیل صاحب کو آگاہ کرنے کی کوشش کروں گا۔" وہی ربوٹک انداز جیسے وہ کسی اور کے لیے کام کرتے ہوں اور اس کی باتیں بچکانہ ہی سمجھ رہے ہوں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"مجھ پر یقین رکھیں پاشا! اس پروجیکٹ کے لیے ہمارے پاس سب سے قابل ٹیم اور اشیاء موجود ہیں۔ یہ پروجیکٹ ہمیں ہی ملے گا۔ یہ کمپنی مجھے چلانی ہے اور آپ کو مجھ پر یقین رکھنا ہو گا۔" اس نے حتی المقدور اپنا لہجہ میٹھا اور شائستہ رکھنے کی کوشش کی ورنہ دل تو کیا تھا کہ آج سنا ہی دے پاشا کو!

"کاروبای معاملات میں یقیناً آپ دور اندیش ثابت ہوئی ہیں لیکن یہاں آپ ذاتی دشمنی کی بنا پر فیصلہ کر رہی ہیں جو کہ ہماری کمپنی کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہو گا۔"

"آپ فکر مت کریں جن کو پیسوں سے عشق ہوتا ہے وہ ایسے موقع سے فائدہ ضرور اٹھاتے ہیں۔ وہ لوگ میرے وقت کے مطابق ضرور انتظار کریں گے اور دوبارہ آجائیں گے آخر کو پورے پاکستان میں اس وقت سب سے اچھا اور معیاری کام ہم مہیا کرتے ہیں اپنے کلائنٹس کو۔" وہ کہہ کر ان کے آفس سے باہر نکل آئی۔ دل و دماغ نے مل کر اسے ڈپٹا بھی کہ یہ اچھی حرکت نہیں ہے۔ وہ بزنس کے اصولوں سے ہٹ رہی ہے لیکن اس نے دونوں کو تھپکی دے کر سلا دیا۔

☆☆☆☆☆

کوئٹہ' بلوچستان

اگلے کئی روز تک وہ قبیلے کے معاملات کو دیکھتا رہا اور نشاء کو اپنے ساتھ لے جانے کی تیاریاں کرتا رہا۔ اس وقت بھی وہ خاندان کے سب سے معزز بزرگ سے ونی میں لڑکی لینے کے سنہری اقوال اور ان کے فوائد سن کر آرہا تھا اور خاصا بیزار تھا۔ اس کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی جیسے وادی کی خاموش فضا میں وہ اپنے اندر اٹھتے طوفان کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ سرد ہوائیں پہاڑوں کے درمیان گونجتی ہوئی اس کے ارد گرد سے گزر رہی تھیں لیکن اس کا دل جیسے آگ میں جل رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جس مقام پر کھڑا ہے یہاں سے اس کا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ایک غلط قدم قبیلے کی روایت اور اُس کے اصولوں کو ہمیشہ کے لیے بدل سکتا ہے تبھی ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ بیرونی سیڑھیوں سے ہوتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ ایک سردار کے لیے خاصی شرمندگی کی بات تھی کہ وہ یوں کسی کا سامنا نہ کرنے کی غرض سے اپنے ہی گھر میں چوروں کی طرح آتا پھرے لیکن اس لمحے یہی ضروری تھا۔ ٹیرس پر آکر اس نے وادی کی جانب نگاہ دوڑائی جہاں دور سے آسمان اور زمین ملتے نظر آرہے تھے۔ اور کوئٹہ میں ایسے نظارے دیکھنے کو ملتے رہتے تھے۔

کتنا مکمل نظارہ تھا۔ گویا یہ منظر اُس کی زندگی کی تصویر ہو۔

امن اور جنگ کے درمیان جھولتا ہوا سردار!

کسی ملازم نے اسے گھر آتے دیکھ لیا تھا تبھی کھانے کا بلاوا لیے حاضر ہوا۔ وہ انہی بیرونی سیڑھیوں سے ہوتا واپس نیچے آیا اور داخلی دروازے کے سامنے اُس کی نظر ایک لڑکی پر پڑی تو وہ حیران ہوا۔

"آپ کون؟" گھر کے لوگوں میں سے تو وہ بالکل نہیں تھی اور اسے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا تبھی پوچھنا مناسب سمجھا۔

"میں وہ سردار۔۔۔ آپ خون بہالے لیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں مانگتی۔"

"آپ کا تعارف؟" اس کی روشن پیشانی پر سلوٹیں پڑیں۔

"میں وہ لڑکی ہوں جو خون بہا میں آپ کو دی جانی ہے۔ میں کچھ نہیں مانگتی سردار لیکن مجھے زندگی کی قیمت پر خریدار نہ بنائیں۔ میں نے اپنی روح کو آپ کے قدموں میں ڈال دیا ہے مگر میرا دل ابھی زندہ ہے۔" اس لڑکی کے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

چہرے پر دھندلی روشنی میں آنسوؤں چمکنے لگے۔ وہ بے آواز رو بھی رہی تھی جیسے اُس نے اپنی اسی قسمت کو قبول کیا ہو کہ وہ ونی ہو کر ساری عمر ایک سردار کی غلام رہے گی۔

وہ سچ مچ بھونچکا کر رہ گیا۔

"ختم کِن اِی لغو باتاں، تو ہما سادگ اَنت۔" وہ غصے سے بولا۔ (یہ فضول باتیں بند کرو، تم بہت سادہ لوح ہو!)

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں سردار بلوچ۔" اس نے ہاتھ جوڑ لیے اور سردار کے لیے وقت تھم گیا۔ اس کے دل میں ایک عجیب سا تلاطم برپا ہوا۔ وہ لڑکی اُس کے سامنے جھکے سر سے کھڑی تھی جیسے سر اٹھایا تو قلم ہو جانے کا خطرہ ہو۔ اس نے غور کیا۔ وہ لڑکی نہیں تھی' وہ ایک زندہ لاش تھی جو اپنی زندگی کے خوابوں کو دفنا چکی تھی۔ وہ خود نہیں آئی تھی۔ وہ لائی گئی تھی۔ اگلے ہی لمحے اس نے ڈھیر سا غصہ ضبط کیا تھا۔

"دیکھو! تم ایک عورت ہو اور تمہارا اپنا مقام ہے۔ تم اس رسم کی بھینٹ چڑھی تو میں کبھی خود کو یا تمہیں معاف نہیں کر پاؤں گا۔ اسی لیے شرافت سے اپنے حق کے لیے کھڑی ہو اور اس شادی سے انکار کرو ورنہ میں تمہیں خون بہا میں قبول نہیں کروں گا۔"

"ہمارے یہاں عورتوں کو حق ہی کب ملا ہے سردار؟ وہ اپنے لیے آواز کیسے اٹھائیں جب سننے والے آپ جیسے ظالم جابر ہوں۔ بولوں گی تو ماری جاؤں گی، خاموش رہوں گی تب دن رات بے عزت کی جاؤں گی۔ آپ نے قصاص لیا تو میری زندگی بھی اجیرن ہو جائے گی کہ میں آپ سے ملاقات کر کے بھی آپ کو اپنی جانب مائل نہیں کر سکی۔ میں یہاں خود نہیں آئی ٹھیک سمجھے آپ لیکن آپ کو دیکھنے اور سننے سمجھنے کے بعد میں خود آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" وہ جانتی تھی کہ اُس کے پاس کوئی اختیار نہیں، کوئی راستہ نہیں، کوئی فرار نہیں۔ اسے سردار کو خون بہا پر راضی کرنا ہی تھا۔ وہ رسم جس میں اُس کی کوئی مرضی نہیں' وہ فیصلہ جو اُس کی زندگی کو تباہ کر رہا تھا تب بھی اسے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

سامنے کھڑے مرد سے خوف محسوس نہیں ہوا اور سامنے کھڑے مرد نے کافی ترس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ کس طرح یہاں کی عورتوں کو ایکسپلائٹ ہونے سے بچائے گا اگر آج خود ایک روایت کے تحت اس لڑکی سے شادی کر لے گا؟

"یہ ظلم ہے۔۔۔ اور میں ابھی اتنا ظالم نہیں ہوا کہ ایک شریف لڑکی کو زمانے کے طنز کھانے کو چھوڑ دوں۔ تم شادی کرنا چاہتی ہو، میں آؤں گا تمہارا رشتہ لینے لیکن اپنے لیے نہیں کسی اپنے کے لیے۔ کیا قبول کرو گی؟" اس لڑکی کو صرف عزت سے غرض تھی۔ وہ سردار ہوتا یا کوئی اور اسے مسئلہ نہیں تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔ سردار کی بات سب مان لیتے۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔ دو باتوں میں اسے سردار کے سردار ہونے کا مطلب سمجھ میں آ گیا تھا۔ سردار اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ اصولوں کا پکا تھا اور اس قدر تھا کہ سامنے کھڑی خوبصورت لڑکی کو دیکھنے کے بعد بھی اپنی بات سے نہیں ہٹا۔ اس کے اصول دروازے کی آڑ میں کھڑے عنایت اللہ کو کشمکش میں مبتلا کر گئے تھے۔ وہ اپنے بھائی سے مختلف تھا۔

رات' کھانے کی میز پر اس نے نشی کو تیار ہونے کا حکم دیا کہ وہ شہر میں پڑھے گی اور اس کے گھر رہے گی۔ وہ مزید اس گھٹن زدہ ماحول کا حصہ نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب سردار نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دریاؤں کا مسافر کیسے بنے گا؟

☆☆☆☆☆

اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ' اسلام آباد

آٹھ سال قبل:

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ایئرپورٹ کے لاونج میں ہلکی روشنی اور مسافروں کی بھیڑ تھی جہاں مختلف فلائٹس کی اناؤسمنٹ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔زمرد اور مائدہ تیز قدموں سے ایئرپورٹ کے اندر داخل ہوئیں۔ان کی سانسیں تیز اور چہرے فکر سے بھرپور تھے۔ان کی نظریں بے چینی سے ہر طرف عمارہ اور زرمینہ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔یہی طے پایا تھا کہ وہ سب الگ الگ ایئرپورٹ آئیں گی۔ان کا چہرہ پریشانی سے سفید پڑ چکا ہے اور وہ بار بار ارد گرد دیکھ رہی تھیں جیسے زرمینہ ان سے ملے بغیر ہی چلی گئی ہو۔وہ جانتی تھیں کہ زرمینہ کے لیے حالات کس قدر سنگین ہو چکے ہیں۔

زرمینہ کو عمارہ کے گھر خیریت سے پہنچانے کے بعد وہ سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئی تھیں۔یہ معاملہ ان سب کے لیے بہت حساس اور فکر انگیز تھا اس لیے وہ مسلسل کالز کر کے زرمینہ کی خیریت معلوم کرتی رہی تھیں کہ ساری صورتحال عمارہ کے لیے مشکل نہ ہو جائے لیکن وہ سب جانتی تھیں کہ کوئی بڑی آفت سر پر آنے والی ہے اور ان سب نے کوئی خطرہ مول لیا ہے۔

وہیں اگلے دن مائدہ کے ہاسٹل پر ریڈ پڑی تھی۔پولیس کی گاڑیاں اور ہاسٹل پر چھاپے کی خبر نے لڑکیوں کو خوف زدہ کر دیا تھا لیکن یہ چھاپہ ایک بہانہ تھا جس کی آڑ میں وہ زرمینہ کو لے جانا چاہتے تھے۔مائدہ سے بھی تفتیش کی گئی لیکن مجال ہے کسی کو سچ نہ بتانے پر جو اس کے پیٹ میں درد اٹھا ہو۔مائدہ کا چہرہ سپاٹ اور زبان خاموش تھی۔

دوسری جانب موزی الگ پریشان تھا۔اس نے زرمینہ کے جانے کا انتظام بڑی احتیاط سے کر لیا تھا لیکن یہ نیا چھاپہ اور تفتیشی عمل اس کے منصوبے کو پیچیدہ بنا چکے تھے اور اسے نہیں معلوم تھا کہ زرمینہ ایک ہی دن میں کہاں چلی گئی اور حالات ایسے تھے کہ وہ مائدہ سے بھی کچھ نہیں پوچھ پایا تھا۔

اگلے روز وہ پھر ہاسٹل کے گیٹ پر ناکام عاشقوں کی طرح آتی جاتی لڑکیوں میں اس لڑکی کو تلاش کرتا رہا جو اس رات زرمینہ کے ساتھ ویٹنگ روم میں آئی تھی اور پھر وہ اسے گیٹ سے باہر آتی نظر آ گئی۔وہ نہایت سکون اور بے فکری کے ساتھ باہر نکل رہی تھی جیسے اس کی زندگی میں کوئی پریشانی نہ ہو۔وہ اس کے سر پر پہنچا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کدھر ہے وہ؟" اس نے کھا جانے والی نظروں سے مائدہ سے پوچھا۔ اس کی آواز میں بے چینی اور بے رحمی تھی جیسے وہ ہر قیمت پر جواب چاہتا ہو۔ مائدہ نے تسلی سے اسے دیکھا یوں گویا پہلی مرتبہ دیکھ رہی ہو۔ اس کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نہیں تھی اور نہ ہی اس نے کوئی جلد بازی ظاہر کی۔ اس نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا اور پھر لاپرواہی سے نظریں ہٹالیں جیسے اس کی موجودگی کو سرے سے اہمیت نہ دے رہی ہو۔

عین اسی لمحے ہاسٹل کے داخلی دروازے سے ایک آدمی باہر نکلا اور زور سے آواز دی۔

"مائدی دلتہ راشہ!" **(مائدی یہاں آؤ!)** آواز سن کر مائدہ نے موزی کے بائیں جانب سے سر نکال کر دیکھا۔ وہ اسفندیار تھا جو اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا تھا۔ موزی کو نظر انداز کرتی وہ اپنے بھائی کی جانب بڑھ گئی۔

اسفندیار کی شخصیت مضبوط، پُروقار اور روایتی پٹھان کی سی تھی۔ وہ قد آور، مضبوط جسم اور گہری آنکھوں والا پٹھان تھا اور چہرے کی مائدہ سے مشابہت ظاہر کرتی تھی کہ اسی کا بھائی ہے۔ مائدہ کے گھر کے لیے اس کی موجودگی گوند کی مانند تھی۔

"میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔" موزی ضبط سے بولا۔ اس نے دوسرے مرد کی جانب دیکھا ہی نہیں۔ اسے مائدہ پر غصہ آرہا تھا۔ وہ کیوں بلاوجہ اس کے لیے معاملات پیچیدہ بنا رہی تھی؟ اب کہ مائدہ کے بھائی نے بھی رک کر اس کی جانب دیکھا اور پھر چہرے پر شناسائی کی رمق آگئی اور اگلے ہی لمحے وہ پرجوش سا آگے بڑھا۔

"موزی تم؟" اسفندیار حیران تھا۔ موزی نے مائدہ سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھا اور چہرے پر سے ساری سختی پل بھر میں غائب ہوگئی اور پھر مائدہ نے ہاسٹل کے باہر کھڑے ہو کر دو بچھڑے دوستوں کا لمبے عرصے بعد کا ملن دیکھا تھا جو کہ اس کے لیے بورنگ تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

موزی نے ناجانے اسفندیار لالہ سے کیا کہا کہ اس نے مائدہ کو قدرے غصے سے دیکھا گویا شرم دلائی ہو اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ قریبی ریستوران میں بیٹھی کسی رٹو طوطے کی طرح زرمینہ کے ساتھ ہوئی ساری کارستانی ان دونوں کو سنا رہی تھی۔ اپنی دوستوں سے اجازت نہ لے پانے کا دکھ حد سے سوا تھا۔

اس کے بعد زرمینہ کو عمارہ کے گھر سے ایئرپورٹ چھوڑنے تک کی کاروائی میں وہ دونوں بھی برابر کے شریک رہے تبھی مائدہ کو باقی سب کی ملامت بھی سہنا پڑی تھی۔ زمرد اور مہرنگ اس دوران نہ ہی عمارہ کے گھر گئیں اور نہ مائدہ کے ہاسٹل کیونکہ اسفندیار نے سب کو انوالو ہونے سے منع کر دیا تھا اور مائدہ کے بھائی کا رعب ان سب پر چل جاتا تھا۔

البتہ وہ اسے ایئرپورٹ پر خدا حافظ کہنے خود آئی تھیں۔

"وہ رہیں۔" مائدہ نے قدرے آہستگی سے زمرد کو بتایا جہاں زرمینہ اس وقت عمارہ کے کندھے سے چپکی گم صم سی تھی۔ تب تک مہرنگ بھی وہاں پہنچ چکی تھی۔

"زرمینہ!" مائدہ کی آواز پر اس نے چونک کر اوپر دیکھا اور اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

"میں نے موزی بھائی کو اپنی خیریت کی اطلاع دی ہے اور اگر وہ دوبارہ آئیں تو میرا شکریہ ادا کرنا۔ میں ان کا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" زرمینہ نے آرام سے کہا۔ موزی اسے چھوڑنے ائیرپورٹ نہیں آیا تھا۔

"پتہ نہیں ہم دوبارہ کب ملیں لیکن واپس جا کر ہمیں بھول مت جانا اور ڈاکٹر بن کر ایک مرتبہ ہم سے ملنے واپس ضرور آنا۔" زمرد ناجانے کیوں جذباتی ہو رہی تھی۔ چیک ان کاؤنٹرز کے سامنے قطاروں میں لوگ اپنے سامان کے ساتھ کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے لیکن زرمینہ کے لیے وقت جیسے تھم گیا تھا۔ پاکستان سے واپسی اس قدر جذباتی ہو گی اس نے سوچا نہیں تھا۔ وہ زمرد کے گلے لگ گئی۔ چند دنوں کا ساتھ تھا اور وہ زرمینہ سے اتنی اٹیچ ہو گئی

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تھیں کہ اسے یوں بے یارو مددگار چھوڑتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا گو کہ وہ واپس اپنے ملک جا رہی تھی لیکن جس طرح اس کے گھر والے اسے ڈھونڈنے کو ہر ممکن طریقہ استعمال کر رہے تھے ان سب نے بھی ٹھان لی کہ زرمینہ کو واپس بھیجنا ہے۔

وہ سب خاموشی سے وہاں بیٹھی رہیں۔ زندگی میں کچھ لمحات ہوتے ہیں جنہیں جلدی گزر جانا چاہیے۔ وہ لمحات بھی ایسے تھے لیکن گزر ہی نہیں رہے تھے۔ خوف سر پر منڈلا رہا تھا اور ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں "**فلائٹ نمبر PK-302 کی بورڈنگ کا عمل شروع ہو چکا ہے۔**" کی آواز پر وہ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ یوں لگا جیسے سب ہی ایک دوسرے سے بچھڑنے لگی ہوں۔ اتنی جذباتی وہ کبھی نہیں رہیں تھیں لیکن اس وقت سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ایئرپورٹ وہ جگہ ہے جو مخلص رشتوں کے وصال اور ہجر کے گواہ ہوتے ہیں اور ان لمحات کو محفوظ کرتے ہیں۔ وہ سب جانتی تھیں کہ یہ لمحہ انمول ہے کہ شاید یہ ان کی زرمینہ سے آخری ملاقات ہو۔

"ہمیں بھول مت جانا۔" مائدہ جذبات سے بھری آواز میں کہتی رو پڑی۔ چند دنوں نے ایک ایسا مضبوط رشتہ بنا دیا تھا کہ مائدہ کو زرمینہ کو یوں چھوڑنے کا خیال تک خوف زدہ کر رہا تھا۔ زرمینہ کے چہرے پر ایک اداس مسکراہٹ تھی۔ وہ اتنی کمزور نہ تھی جتنا خود کو یہاں آکر محسوس کر رہی تھی اور وہ اتنی مضبوط بھی نہ تھی جتنا خود کو انگلینڈ میں سمجھتی تھی۔

"میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گی۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تمہیں اپنی جنگ خود لڑنی ہے اور یاد رکھو تم جہاں بھی ہو ہم تمہارے ساتھ کھڑے ہیں۔" عمارہ نے زرمینہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ زرمینہ اس کا احسان بھی نہیں بھول سکتی تھی کہ جتنے دن وہ اس کے گھر رہی عمارہ کی جان سولی پر

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

لٹکی رہی اور وہ اپنے گھر والوں سے اس کے لیے جھوٹ بولتی رہی تھی۔ زرمینہ نے عمارہ کے کندھے پر سر رکھا اور کچھ دیر آنکھیں بند کیے کھڑی رہی۔ وہ جانتی تھی ماں باپ کو اپنے خلاف کر کے یہ سفر آسان نہیں ہونے والا تھا لیکن اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

"ڈاکٹر بن کر واپس آنا اور پھر ہم سب کے ساتھ اپنی کامیابی کا جشن منانا۔ ہم سب تمہارے منتظر رہیں گے۔" مہرو نے اس کے ہاتھوں کو تھام کر کہا اور گلے لگ گئی۔

زرمینہ نے آخری بار ان سب کو دیکھا اور ایئرپورٹ کے بورڈنگ گیٹ کی طرف قدم بڑھا دیے۔ اس کے پیچھے ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کے آگے ایک نامعلوم مستقبل۔

آخری کام جو انھوں نے کیا تھا وہ زرمینہ کے فون سے موزی کو میسج کیا تھا۔

"اللہ حافظ موزی بھائی! میں بخیریت اپنے ملک صرف آپ کی وجہ سے جا رہی ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔"

اور ایئرپورٹ سے باہر نکلتے وہ فون انھوں نے ایسے ہی کسی کوڑے دان میں پھینک دیا تھا۔ زرمینہ نے آخری کام یہی کرنے کو کہا تھا اور آٹھ سال قبل زرمینہ گل بخیر و عافیت اپنے ملک کو سدھار گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

ڈی ایچ اے' اسلام آباد

سرما کے سورج کی مدھم روشنی لان میں ایسے بکھری تھی کہ بنفشی اور نارنجی رنگ گھل کر ماحول کو ایک عجیب سا سحر دے رہے تھے۔ اس بنگلے کے وسیع و عریض لان کا ماحول دوستانہ تھا۔ عمارہ نے اپنا ریکٹ زمین پر پھینکا اور بے دلی سے پاس رکھی میز پر سے پانی کی بوتل اٹھالی۔ بوتل سے پانی پیتے ہوئے اس کی نظریں لان کے اس وسیع حصے پر

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تھیں جہاں اس کے والدین اب بھی مسکراتے ہوئے اس کی جانب آ رہے تھے۔ اس نے خفا سی نگاہ ان دونوں پر ڈالی۔

"آپ دونوں مجھے بہت بور کر دیتے ہیں۔ ایک بھی ٹھیک سے کیوں نہیں کھیلتا؟ تین سال ہو گئے ہیں آپ کو اس آسان سی گیم کی پریکٹس کرتے۔" اس کی حالت ایک ناکام کوچ جیسی تھی جو اپنی اکیڈمی میں آئے نئے بچوں کو ٹینس نہیں سکھا سکا تھا۔ وہ اسے کیا بتاتے کہ وہ صرف اسی لیے ہارتے ہیں تاکہ وہ جیت سکے لیکن وہ بھی صرف اسی لیے ہارنا چاہتی تھی تاکہ وہ جیت سکیں لیکن یہاں ہمیشہ الٹ ہوتا۔ اگر وہ برا کھیل پیش کرتی تو اس کے والدین اس سے زیادہ برا کھیل کر یہ ظاہر کروا دیتے کہ ان کی بیٹی ہی ایسا پرفیکٹ کھیلتی ہے کہ وہ کبھی جیت ہی نہیں پاتے۔

"تبھی کہتا ہوں اپنے بوڑھے ماں باپ کو کچھ سکھا دو۔" اس کے ڈیڈی نے کہا جو پسینے میں شرابور تھے۔ ان کے لہجے میں تھکاوٹ کے ساتھ محبت بھی شامل تھی۔ ملازم ان کا تولیہ لے آیا تھا۔ وہ اپنی گردن اور چہرہ صاف کرتے لان میں لگی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ چکے تھے۔ ملازم اب جوس پیش کر رہا تھا۔

"پلیز ڈیڈی خود کو بوڑھا کہہ کر مجھے ہنسانے کی کوشش نہ کیا کریں۔ اچھے خاصے ہینڈسم ہیں اوپر سے جم بھی جاتے ہیں۔" حمدان قریشی مسکرائے لیکن اس مسکراہٹ میں وہ پہلے جیسی گرمجوشی نہیں رہی تھی۔ ان کی آنکھوں کے گرد حلقے گہرے ہوتے جا رہے تھے جیسے کسی کشمکش میں مبتلا ہوں اور کہہ بھی نہ پاتے ہوں۔

"اپنی ماں پر بھی رحم کرو۔" اُنھوں نے گفتگو جاری رکھنے کو کہا۔

"میں ممی کو تو پروبنا کر چھوڑوں گی۔ زندگی کے پچاس سال ضائع کیے تو کہاں کیے؟" اس نے بھی ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"یہ لڑکی نہیں سدھرے گی۔" نائلہ نے تاسف سے کہا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"شیر نے بتایا تھا کہ آج تم لوگ شیلڈ سٹار والوں کے ساتھ میٹنگ کے لیے جا رہے ہو۔ کیا پراگریس ہے؟" حمدان قریشی نے ذرا سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔ انھوں نے اپنی workaholic بیٹی سے پوچھا۔

"ایک تو آپ کے شیر کے پیٹ میں کوئی بات نہیں ٹکتی۔ ابتسام ساتھ ہی تو جا رہا ہے۔ سب کنٹرول میں ہے، آپ فکر مت کریں۔" اتنی خفیہ خبر رانا حمدان قریشی کو دینے پر عمارہ کا دل کیا ارد شیر کو ٹھیک ٹھاک جا کر سنائے۔

"ابتسام کیوں جا رہا ہے تمہارے ساتھ میٹنگ میں؟" اس کی ماں نے چونک کر پوچھا۔

"میٹنگ میں کچھ ٹیکنیکل معاملات کو لے کر بحث ہونی ہے۔ ابتسام نے اس حوالے سے پریزنٹیشن تیار کی تھی۔ مجھے تمام ٹرینرز میں سے ابتسام بہتر لگا اور ڈیڈی کا بھی یہی خیال تھا۔" اس نے اس میٹنگ کے بابت حمدان صاحب سے گفتگو کر رکھی تھی لیکن میٹنگ کس دن ہونا طے پائی تھی یہ نہیں بتایا تھا۔

"آپ دونوں مجھے بتائے بغیر ایسا فیصلہ کیسے لے سکتے ہیں؟" نائلہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے ناراضگی چمکی۔

"مجھے اپنی بیٹی پر پورا یقین ہے۔"

"لیکن ابتسام۔۔۔ وہ مناسب نہیں۔"

"ممی ابتسام ایلفا سیکیورٹی گروپ کا قابل اور اہم ٹرینر ہے۔ مجھے اس کے ماہرانہ تجربات کی ضرورت ہے اور آگے کی کئی میٹنگز میں وہ ایسے ہی ضروری رہے گا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تاکہ میٹنگ کے لیے تیار ہو سکے۔ وہ کم از کم آج اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ نائلہ قریشی کے ساتھ بحث ہمیشہ بے فائدہ رہی تھی اور آئندہ بھی وہ کبھی اسے اپنی مرضی سے فیصلے کرنے کی اجازت نہیں دیں گی، یہ طے تھا۔ عمارہ کو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ اس کی ماں تھیں اس پر حق رکھتی تھیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تمھیں معلوم تھا وہ ابتسام میں انٹرسٹ رکھتی ہے۔" نائلہ اب حمدان قریشی کے سر ہوئیں۔ وہ فطری طور پر ایک کنٹرولنگ مدر تھیں اور چاہتی تھیں کہ عمارہ کی ہر سانس، ہر فیصلہ، ان کے ہاتھ میں ہو۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی بیٹی کی زندگی کو ایک مثالی سانچے میں ڈھالنے کو بہت محنت کی تھی۔ ان کی بیٹی اکلوتی تھیں اور وہ اسے کامل دیکھنا چاہتی تھیں اور ماں کو خوش رکھنے کی اس کوشش میں وہ اپنا اصل کھو چکی تھی۔

"لیکن ابتسام ایسا ویسا کچھ نہیں سوچتا' بہتر ہے عمارہ کو وہ کرنے دو جو وہ کرنا چاہتی ہے۔" حمدان صاحب نے پرسکون انداز میں کہا۔ ہمیشہ ہی کہتے تھے لیکن کبھی اثر ہوتا نظر نہیں آیا۔

"آپ ابتسام کے دماغ میں کب سے رہنے لگے؟ وہ جیسا ہے میں اچھے سے جانتی ہوں اور کم از کم عمارہ کو شادی کے معاملے میں وہ نہیں کرنے دوں گی جو وہ کرنا چاہتی ہے۔ یہ بات آپ اسے سمجھا دیں۔" اور وہ اپنی بیوی کو دیکھ کر رہ گئے۔ اب تو ان کی بیٹی بس ایک کٹھ پتلی بن کر رہ گئی تھی جس کی ڈوریاں اس کی ماں کے ہاتھ میں تھیں۔ اور کوئی شک نہیں تھا کہ وہ برابر کے حصے دار تھے۔

اگر عمارہ نے شادی کے لیے ابتسام کا ساتھ مانگا تو وہ ہر قیمت پر اس کے لیے اسٹینڈ لیں گے۔ ایک مرتبہ اس کے حقیقی باپ ہونے کا ثبوت دیں گے۔ یہ طے تھا۔ چاہے کچھ بھی ہو۔

☆☆☆☆☆

اُمّ عمارہ نے خود کو آئینے میں دیکھا اور آخری مرتبہ بالوں کو درست کرتے ہوئے اپنے کپڑوں پر ہاتھ پھیر کر گہری سانس لی۔ وہ سیاہ رنگ کے ڈریس سوٹ کے ساتھ گرے رنگ کی شرٹ میں ملبوس تھی اور بھورے بالوں کو ہائی ٹیل میں باندھا ہوا تھا۔ یہ اس کا پسندیدہ لباس تھا جو سادگی اور شائستگی کا امتزاج تھا اور اس کی شخصیت کی گہرائی اور اعتماد کو برقرار رکھا کرتا تھا۔ سیاہ رنگ ہمیشہ اسے کمفرٹ دیا کرتا تھا اور آج تو اسے اس کمفرٹ کی زیادہ ضرورت

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تھی۔وہ نروس تھی لیکن خود کو ایکسائیٹڈ ظاہر کرنا چاہی تھی۔وہ جانتی تھی آج کی میٹنگ اہم ہے اور اسے ہر حال میں اس کا نتیجہ اپنے حق میں رکھنا ہے جس سے اسے فائدہ ہو گا۔ آج کا دن اس کے لیے ایک نیا چیلنج تھا اور وہ ہر صورت اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھی کہ آج ہوا فیصلہ اس کے کل پر اثر انداز ہونے والا تھا۔

وہ آئینے میں خود کو دیکھے گئی۔ آئینے میں اس کے کمرے کا منظر واضح تھا۔اس کا پر تعیش کمرہ اس ضرورت سے کئی گنا بڑا تھا جو کمرہ کم ایک میوزیم زیادہ لگتا تھا۔ تتلیوں سے بھرا آرٹ میوزیم!

دیواروں پر نرم پیسٹل رنگوں کا انتخاب کیا گیا تھا جن پر ہاتھ سے بنی ہوئی تتلیوں کی تصویریں مزین تھیں۔ ٹیرس میں کھلتی گلاس وال پر تتلیوں کے پروں سے متاثر ہو کر بنائے گئے آرٹ پیسز آویزاں تھے جو کمرے کو خوبصورت اور پر سکون بناتے تھے۔گلاس وال کے ساتھ سفید ریشمی پردے لٹک رہے تھے جن کے کناروں پر سنہری کڑھائی ہوئی تھی۔ڈریسنگ میز کے ساتھ ہی ایک بک شیلف تھی جہاں کتابوں سے زیادہ تتلیوں کے فریم رکھے ہوئے تھے اور گلاس وال کے سامنے ہی اس کا کلازٹ اور باتھ روم تھا۔

آئینے سے ہٹ کر وہ بیڈ کی جانب آئی اور بیڈ پر بیٹھ کر ہیلز پہننے لگی۔ہیلز اس کی insecurity کو چھپا دیا کرتی تھیں۔اسے بااعتماد دکھلاتی تھیں اور سرخ ہیلز اس کا کمفرٹ تھیں۔

بیڈ کا ہیڈ بورڈ نرم مخمل کا تھا جس پر سنہرے اور سلور رنگوں کی کڑھائی کی گئی تھی جبکہ بیڈ کے اوپر ایک نرم اور آرام دہ کمبل رکھا تھا جس پر چھوٹی چھوٹی تتلیاں بنی ہوئی تھیں۔سائیڈ ٹیبلز پر شیشے کا ڈیکوریشن پیس تھا جس کے اندر خوبصورت تتلیاں معلق تھیں جو روشنی میں جگمگاتی تھیں۔تم اگر رات کو اُمّ عمارہ قریشی کا کمرہ دیکھ لو تو اس کمرے کی خوبصورتی سے نظریں نہ چرا پاؤ۔یہ کمرہ اُمّ عمارہ کی پر سکون اور خوبصورت دنیا کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جہاں وہ اپنا ذہنی سکون اور سوشل بیٹری کو چارج کرتی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

گھر کی بھول بھلیوں سے ہوتی وہ واپس لان تک آئی تو اس کے والدین کے ساتھ ابتسام بھی کھڑا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر وہ سچ مچ خوش ہوئی تھی اور سیاہ آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ ایک کمپنی میں کام کرنے کے باوجود ان کی ملاقات دانستہ کم ہی ہوا کرتی تھی۔ اس نے اپنی کلائی میں پہنے بریسلٹ کو ٹھیک کیا جس پر سنہرے رنگ کی نفیس سی تتلی بنی ہوئی تھی اور پھر اپنے بالوں کو بھی درست کیا گو کہ سب سیٹ تھا۔ کپڑوں پر سے بھی گویا نادیدہ گرد جھاڑی۔ والدین کو خدا حافظ کہتی وہ ابتسام کے ساتھ کار کی جانب آئی۔ وہ اسی کی سوسائٹی سے تعلق رکھتا۔ وہ مرد جو اپنے ظاہر کا خوب دھیان رکھتا تھا۔ ابتسام نے اپنے آپ کو گزشتہ چند سالوں میں خوب گروم کیا تھا۔ وہ اُمّ عمارہ کے ساتھ کھڑا اچھا لگتا تھا۔ ابتسام نے اس کے لیے کار کا دروازہ کھولا اور اس کے بیٹھنے کے بعد بند کر دیا۔

عمارہ نے اپنا ٹیب نکال کر آج کی میٹنگ کی ضروری معلومات کو دیکھا۔ ابتسام اس کے لیے پرابلمیٹک کبھی نہیں رہا تھا لیکن وہ اس کا کمفرٹ بھی نہیں بن پایا تھا۔ کچھ تھا جو اسے ابتسام کی جانب قدم بڑھانے سے روکتا تھا۔ شاید اس کی ماں کی ناپسندیدگی!

"کیسی ہو؟" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ کتنا دوغلا انسان تھا۔ اس کے والدین کے سامنے ملازم بن جایا کرتا تھا۔

"ابھی تک ٹھیک ہوں اور تم؟"

"میں ہمیشہ کی طرح خوبصورت اور ہینڈسم۔" وہ مسکرایا۔

"ہم تو میٹنگ سپاٹ پر ملنے والے تھے نا؟" اسے ضروری سوال یاد آیا۔

"ایک ہی کمپنی کی نمائندگی کرنے والے ہیں۔ اکھٹے چلیں گے تو اچھا ایمپریشن پڑے گا۔" کار گھر سے باہر نکال لی گئی تھی اور وہ گلی پار کرتے ہی ابتسام نے کار روک دی۔ عمارہ نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ روکی اور ٹیب وہیں

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پھینکتے کار سے اتر گئی۔ ابتسام بھی کار سے باہر نکل آیا۔ عمارہ اب ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ رہی تھی اور وہ پیسنجر سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ کسی نے مزید کچھ نہیں کہا۔ یہ ان کے ورک پلیس ایتھکس میں سے تھا۔ اردشیر کو کئی مرتبہ اس طرح کرتا دیکھ کر ابتسام سمجھ گیا تھا کہ عمارہ کو گاڑی چلانے کا بہت شوق ہے اور وہ اسے ہر وہ کام کرتے دینا چاہتا تھا جس کا اسے شوق ہو اور نہ کر سکتی ہو۔ وہ اس کا کمفرٹ بننا چاہتا تھا۔ کار نے اپنی منزل کی جانب سفر شروع کیا۔

اسلام آباد میں واقع ایک معروف کمپنی کو پچھلے دو سالوں میں خوب ترقی کرتے دیکھا گیا تھا کہ اس کی سی ای او اُمّ عمارہ قریشی تھی اور ایک سال کے مختصر عرصے میں کمپنی کو ملک کی ٹاپ ٹین کمپنیوں کی ریس میں شامل کر چکی تھی۔ **"ایلفا سیکیورٹی گروپ"** جدید ٹیکنالوجی اور سیکیورٹی سلوشنز فراہم کرنے کے حوالے سے پورے ایشیا میں پہچانی جاتی تھی۔ وہ کمپنی نہ صرف پاکستان کے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے لیے جدید ترین حفاظتی نظام فراہم کرتی تھی بلکہ دنیا بھر کے بڑے کلائنٹس کے ساتھ بھی کام کرتی تھی۔ رانا حمدان قریشی نے اس کمپنی کو جدید ترین سیکیورٹی ٹیکنالوجیز سے لیس کر رکھا تھا جیسا کہ سی سی ٹی وی سسٹمز، بائیو میٹرک ایکسیس کنٹرول، سائبر سیکیورٹی، اور ڈیجیٹل انٹیلی جنس وغیرہ۔ حالیہ دنوں میں کمپنی نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر کامیاب پروجیکٹس کا حصہ بن کر اپنی ساکھ کو مزید مستحکم کیا تھا اور اس کا کریڈٹ اُمّ عمارہ کو ہی جاتا تھا۔

آج میٹنگ **"داشیلڈ سٹار"** کے ساتھ تھی جو اس سے ملتے جلتے پروجیکٹس پر انویسٹ کرتی تھی۔ میٹنگ کا مقصد ایک نیا اور جدید سیکیورٹی پروجیکٹ متعارف کروانا تھا جس سے نہ صرف ان کی کمپنی کی مارکیٹ میں پوزیشن مضبوط ہوتی بلکہ پاکستان میں بھی جدید ترین حفاظتی سہولیات کا نفاذ ممکن بنانے کا عمل شروع کیا جاتا۔

ہوٹل پہنچتے ہی عمارہ اور ابتسام نے جیسے ہی میٹنگ روم کی عمارت میں قدم رکھا وہاں کی خاموشی نے انہیں چونکا دیا۔ عام طور پر ایسی میٹنگز کے دوران ہلچل مچی رہتی تھی۔ پریزنٹیشن کی تیاریوں میں پروجیکٹر سیٹ کیا جا رہا ہوتا تھا لیکن آج پورا ہال خالی تھا۔ کچھ ملازم سست روی سے کام کرتے نظر آ رہے تھے جیسے آج کے دن کی کوئی خاص اہمیت نہ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ہو۔ وہ ایک پل کے لیے شاک رہ گئی تھی۔ ایک ماہ سے وہ یہاں صرف اس سے ملنے کے لیے انتظار کرتی رہی تھی اور ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ نہ آئے۔

"یہاں کچھ عجیب نہیں لگ رہا؟ کیا یہ میٹنگ واقعی یہاں ہونی تھی؟" وہ پر سکون سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔ عمارہ نے اپنے قدم تیزی سے استقبالیہ کی طرف بڑھائے۔

"کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں شیلڈ سٹار کمپنی کے ساتھ ہماری میٹنگ کس ہال میں ہے؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔ استقبالیہ پر بیٹھی خاتون مسکرائی اور اپنے کمپیوٹر پر کچھ دیکھنے کے بعد عمارہ کو معذرت خواہانہ نظروں سے دیکھا۔

"مس قریشی مجھے افسوس ہے لیکن آج کی میٹنگ میم زمر دوڑائچ کی جانب سے منسوخ کر دی گئی ہے شاید آپ کو اطلاع نہیں ملی۔" ابتسام نے چونک کر عمارہ کو دیکھا۔

"کس وقت منسوخ ہوئی اور ہمیں کوئی اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟" اب کہ وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" اس نے مسکین صورت بنائے کہا۔

"کچھ نہیں معلوم ہاں؟" عمارہ کے چہرے پر غصے کی لکیریں نمایاں ہونے لگیں۔ اس نے ابتسام کی طرف دیکھا جو اب خاموشی سے کھڑا تھا جیسے وہ بھی اس صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ استقبالیہ کی خاتون نے کچھ کہنا چاہا لیکن عمارہ کی سرد اور تیز نظریں اسے چپ کرا گئیں۔

ایک۔ دو۔ تین۔ غصہ نہیں کرنا حل نکالنا ہے۔ اس نے خود کو باور کروایا۔

"یہ تم لوگوں کی غیر سنجیدگی ہے۔" عمارہ نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم لوگ ایک فون کال کر کے اطلاع بھی نہیں دے سکتے تھے؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

استقبالیہ کی خاتون نے نرمی سے معذرت کی۔ "میڈم ہمیں افسوس ہے لیکن ہماری طرف سے ایک ای میل بھیجی گئی تھی۔شاید۔۔۔"

"ای میل؟" اُس کی آواز میں طنز تھا۔

"کیا تمہیں ای میل آئی تھی؟" اس نے ابتسام سے پوچھا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ اوہ اس میٹنگ میں پچاس فیصد ہاتھ تو اس کا بھی تھا۔ آہ! اس نے اپنے سیاہ کوٹ کی جیب سے فون نکالا اور میلز چیک کرنے لگا۔ تین منٹ پہلے ہی ایک معذرتی میل موصول ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس نے فون کی سکرین عمارہ کے سامنے کی۔

"چند منٹ پہلے میل بھیج کر آپ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ سارے معاملے سے بری الذمہ ہو گئے ہیں؟"

ایک۔ دو۔ تین۔ غصہ نہیں کرنا حل نکالنا ہے۔ دماغ نے پھر سے سمجھایا۔

"میں اس بارے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتی مادم! ہاں مینیجر کے آفس میں مس زمرد کے سیکرٹری بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ اگر۔۔۔" اتنی سی بات سننا تھی اور وہ دونوں جارحانہ انداز میں مینیجر کے آفس کی جانب بڑھ گئے۔ عمارہ کی پیشانی پر شکنیں بڑھ چکی تھیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ایسا کر سکتی ہے؟

"یہ بہت غیر پیشہ ورانہ حرکت ہے۔ میری ٹیم نے اس میٹنگ کے لیے ایک ماہ محنت کی تھی ابتسام۔ اسے اس بارے میں پہلے اطلاع دینی چاہیے تھی۔ سب آج رات میری جانب سے ڈنر کا انتظار کر رہے ہونگے اور میں یہاں یہ سن رہی ہوں میٹنگ ہونی ہی نہیں ہے۔" اس نے غصے کو قابو کرتے ہوئے کہا۔ ابتسام کچھ نہیں کہہ سکا۔ وہی سوال بغیر کسی لگی لپٹی کے اس کے سیکرٹری سے کیا گیا تو وہ بے چارہ ان دونوں کے تیور دیکھ کر گھبرا گیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو تکلیف ہوئی لیکن کچھ تکنیکی اور ذاتی وجوہات کی بنا پر یہ میٹنگ منسوخ کرنی پڑی۔ اگر آپ چاہیں تو ہم نئی تاریخ رکھ سکتے ہیں۔ میں میڈم کا شیڈیول دیکھ کر۔۔۔" عمارہ نے اس کے ہاتھ میں پکڑا ٹیب ہاتھ مار کر دور گرا دیا۔

ایک۔ دو۔ تین۔ غصہ نہیں کرنا حل نکالنا ہے۔ وہ نہیں سن رہی تھی۔

"تم اپنی میڈم کا شیڈیول دیکھو گے؟ اور تمہاری میڈم کو میرے لوگوں کے شیڈیول کا ذرا احساس نہیں ہے؟ ایسی کونسی قیامت ٹوٹ پڑی تمہاری میڈم پر کہ وہ میٹنگ کے لیے نہ آسکی اور نہ کوئی نمائندہ بھیج سکی؟"

"ہم واقعی معذرت خواہ ہیں میڈم۔ یہ ہماری غلطی ہے۔" سیکرٹری نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"غلطی؟ یہ محض غلطی نہیں لاپرواہی ہے اور میں یہ لاپرواہی برداشت نہیں کروں گی۔ تمہاری میڈم کو میرے لوگوں سے معافی مانگنی ہوگی۔" عمارہ نے غصے میں سیکرٹری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سیکرٹری بے چارہ کیا ہی کرتا؟ اس کی میڈم بھی تو کال پر موجود سب کچھ سن رہی تھی۔

معافی مائی فٹ! کال کاٹ کر اس نے دوبارہ کال کی۔

عمارہ کی بات ختم ہونے کی دیر تھی کہ سیکرٹری کے ہاتھ میں موجود فون پر ایک کال آنے لگی۔ عمارہ نے اس کی طرف سخت نظروں سے دیکھا۔ سیکرٹری بے چارہ تذبذب کا شکار تھا کہ فون اٹھائے یا نہ اٹھائے کیونکہ وہ اس کی میڈم کی ہی کال تھی۔ عمارہ نے فون کی سکرین کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ سے فون جھپٹ لیا۔

غصہ ہی کرنا پڑا کیونکہ جہاں جذبات آڑے آجائیں حل بمشکل ہی نکلا کرتا ہے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری یہ حرکتیں مجھے کمزور کریں گی؟ تم نے ہمیشہ مجھے سمجھنے میں غلطی کی ہے زمرد۔" اس نے لفظ لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔ وہ مزید نرم گو نہیں رہی۔

"یاد رکھو میں تمہاری طرح ایک کاروباری نہیں ہوں، میں اس میدان کی کھلاڑی ہوں اور میں اپنی کمزوریوں کو طاقت بناتی ہوں۔ تم نے آج اچھا نہیں کیا۔"

"تمہاری آواز سن کر اچھا لگا مس قریشی۔ میرے سیکرٹری پر چلانا بند کرو۔ تمہیں میٹنگ کے کینسل ہونے کی وجہ معلوم کرنی ہے تو سنو! میں تمہیں اور تمہاری ٹیم کو اتنی اہمیت نہیں دیتی کہ پروفیشنلزم کا مظاہرہ کرتی۔ تم ابھی بھی خواب دیکھ رہی ہو لیکن کاروبار کی دنیا میں کوئی جذبات نہیں ہوتے۔ صرف طاقت اور حکمت ہوتی ہے۔" عمارہ کے چہرے پر غصے کی سرخی بڑھ گئی۔ وہ امن کی ایک کوشش ہی تو کرنا چاہ رہی تھی۔

"پھر جان لو زمرد وڑائچ کہ میرے خلاف چلنے والے ہر کھیل میں صرف ایک ہی فاتح ہو گا اور وہ میں ہونے والی ہوں۔"

"دیکھ لو خواب! آج کے لیے سوری تم سے بھی اور تمہاری محنتی ٹیم سے بھی۔" وہ ہنس کر بولی اور لائن کٹ گئی۔

فون کال ختم ہوتے ہی عمارہ نے گہری سانس لی اور سیکرٹری کی طرف دیکھا۔

"اس کے لیے یہ جنگ ابھی شروع ہوئی ہے اور میں پچھلے تین سالوں سے اس جنگ کی آزمائش سے گزر رہی ہوں۔ اس نے اچھا نہیں کیا۔" وہ سیکرٹری کو دیکھے کہہ رہی تھی۔ فون میز پر رکھ کر وہ باہر کی جانب بڑھ گئی۔ دل میں بہت کچھ ٹوٹا تھا۔

ابتسام اس سیکرٹری سے چند دیر مزید بات کرنے کے بعد باہر آیا تھا۔ عمارہ کے تاثرات دیکھ کر وہ مسکرایا کیونکہ وہ اسے پرسکون کر سکتا تھا۔ وہ اس کا کمفرٹ بننا چاہتا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کڑھنے کے بجائے ہم اس وقت کا استعمال مزید اچھے سے کر سکتے ہیں۔"

"جیسا کہ؟"

"مارگلہ ہلز پر مختصر سی ہائیک، کیا کہتی ہو؟" وہ مسکرا اٹھی۔ کڑھنے کا فائدہ ہی نہیں تھا۔

"ریڈی ٹو ہائیک لیکن ایک مسئلہ ہے۔" وہ دونوں چلتے ہوئے کار کی جانب آ رہے تھے۔

"تم انکے ٹرینر بھی ہو نا؟" اس نے اپنی کار کے پیچھے موجود گارڈز کی کار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اردشیر جتنا اچھا تو نہیں لیکن ٹرینر ہوں۔ کیا تمہیں کوئی ثبوت چاہیے؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ابتسام نے مسکرا کر نفی میں سر جھٹکا اور ان گارڈز کی جانب بڑھا۔ چند پل وہ ان سے کچھ کہتا رہا پھر وہ سب کار میں سوار ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ وہ حیران نہیں ہوئی۔ اس کے ارد گرد موجود مرد اسے غیر مشروط فیورز دیتے رہتے تھے۔

"میرا بہت دل کرتا ہے کبھی تمہیں ایک گارڈ کے روپ میں دیکھوں۔" اس نے اپنا تتلی والا بریسلٹ درست کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے میری موجودہ جاب زیادہ عزیز ہے۔ چلیں؟" اور وہ مسکرا کر پیسنجر سیٹ کی جانب بڑھی۔

ابتسام بھی مسکرا کر ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھا اور کسی نے اس منظر کی یکے بعد دیگر تصاویر اپنے کیمرے میں اتاری تھیں۔

☆☆☆☆☆

ایف۔8، اسلام آباد

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اسلام آباد کی پر سکون شام، کوئٹہ کی پہاڑوں والی سخت زندگی سے بالکل مختلف تھی۔ شہر کی بڑی بڑی سڑکیں، صاف ستھرا ماحول اور ہر طرف پھیلا ہوا سبزہ اس کے دل کو ایک عجیب سی الجھن میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ ڈرائیو کر رہا تھا اور نشی گاڑی میں خاموش سی بیٹھی شہر کی روشنیوں کو دیکھ رہی تھی جیسے ہر نیا منظر اسے متاثر کرنے میں ناکام نہیں ٹھہر رہا تھا۔ گاڑی اسلام آباد کے ایک پوش علاقے میں واقع گھر کے سامنے رکی۔ درختوں کے بیچ میں چھپا ہوا، سفید دیواروں سے گھرا یہ گھر اس کی زندگی کی کل کمائی تھا۔ نشاء یہاں پہلی مرتبہ آئی تھی۔ کوئٹہ کی گلیاں اور قدیم حویلیاں اب بہت دور کی بات لگ رہی تھیں۔ اس نے گہری سانس لی اور سردار کی طرف دیکھا جو پر سکون نظر آتا تھا۔

"آپ وہاں سب چھوڑ کر یہاں کیسے رہیں گے چاچو؟" نشاء نے آہستہ سے پوچھا۔

"جیسے ہمیشہ سے رہتا آیا ہوں اور اب یہی تمہارا گھر ہے، چاہے دل مانے یا نہ مانے۔"

وہ کار سے اتر کر مین گیٹ کھولنے چلا گیا۔ درختوں کے سائے میں چھپے ہوئے گھر نے ایک عجیب سا سکون طاری کر رکھا تھا۔ کار اندر آئی تو گھر کا اندرونی حصہ ظاہر ہوا جو جدید اور صاف تھا لیکن نشاء کو یہاں کے ماحول میں کوئی گرمی یا اپنائیت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ہر چیز بہت نپی تلی اور بے روح سی لگ رہی تھی جیسے اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو۔

وہ دونوں آہستہ قدموں سے چلتے اندرونی ہال کی طرف بڑھ گئے جہاں صوفے اور کرسیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ساتھ ساتھ نشاء کو ذرا کی ذرا ہدایات بھی دے رہا تھا جو خاموشی سے اس کے پیچھے چل رہی تھی کیونکہ اس کی آنکھوں میں کوئٹہ کی حویلی اور ماں باپ کی یادیں گھوم رہی تھیں۔

"کیا میں واقعی یہاں نئے سرے سے زندگی شروع کروں گی؟" اس نے پوچھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"نئے سرے سے کیوں؟ جہاں پر چھوڑی تھی وہیں سے آگے بڑھاؤ۔ میں جانتا ہوں نشی کہ یہاں کی زندگی کو سمجھنا اور اپنانا آسان نہیں لیکن ہم مل کر کوشش کریں گے اور کوشش کرنے والے کبھی نہیں ہارتے۔" نشاء نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں سے باہر کا منظر نظروں کو خیرہ کر رہا تھا۔ وہ شہر جہاں کی زندگی تیز اور راتیں چھوٹی تھیں۔ وہ پر سوچ نگاہوں سے باہر دیکھتا اس وقت تھوڑا تشویش زدہ تھا۔ اس نے بہزاد کو بلی کا بکرا تو بنا دیا تھا لیکن دل میں کہیں نہ کہیں کشمکش تھی کہ اس نے غلط کیا ہے۔

"سردار آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پر لیکن کیا اس سے امن قائم رہ پائے گا؟"

"ہاں! میں خون بہا کے نام پر کسی معصوم کی قربانی نہیں ہونے دے سکتا اسی لیے جس عورت کو تمہارے نکاح میں دے رہا ہوں اسے میری بہن سمجھ کر عزت دینا۔ باقی سب میں سنبھال لوں گا۔"

جب حویلی کے وسیع ہال میں سردار بلوچ اپنے آخری فیصلے میں قاتلوں کو معاف کرنے اور بہزاد کے نکاح کی بات کی تو سامنے قبیلے کے بڑے بوڑھے اور جوان مرد جو ساری زندگی روایتی فیصلوں کے عادی تھے، سوالیہ نظروں سے سردار کی طرف دیکھتے رہے تھے۔ وہ اسے نہیں سمجھا پائے تھے کہ سرداری ایسے نہیں کی جاتی لیکن وہ سب اس کا فیصلہ ماننے پر مجبور تھے کیونکہ وہ سردار تھا۔ اس کا فیصلہ وہاں کے لوگوں کے لیے غیر معمولی تھا کیونکہ آج تک کوئی سردار ایسا فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ دوسرے قبیلے والے اسے رحم دلی سمجھتے رہے لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ سردار بلوچ جیسے لوگ معاف نہیں کرتے۔

دن گزرتے گئے۔ وہ واپس آکر اچھا محسوس کرنے لگا۔

چند دن گزرتے ہی نشاء بھی وہاں اس کے ساتھ کھلی فضا میں اچھا محسوس کرنے لگی۔ کالج میں داخلہ، کراٹے کلب میں باقاعدہ ٹریننگ اور ٹیوشن سینٹر نے اس کی بے مقصد زندگی کو بامعنی بنا دیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

البتہ وہ واپس آکر بھی قبیلے کے معاملات سے غافل نہیں ہوا تھا۔ اس نے اپنے قابل اعتماد لوگوں کو قبیلے کے ضروری کام سونپے اور مہینے میں ایک مرتبہ باقاعدگی سے کوئٹہ کا دورہ کرنے کا سوچ لیا تاکہ اپنے لوگوں کے ساتھ جڑا رہے اور سرداری کی ذمہ داریوں سے غافل بھی نہ ہو۔ یہ اس کے لیے آسان نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ صرف اسی طرح وہ اپنی زندگی کے دونوں پہلوؤں کو نبھا سکتا ہے اور اصل قاتلوں کو ڈھونڈ سکتا ہے۔ بہزاد اسے ہر چھوٹی بڑی خبر بتاتا رہتا تھا۔ وہ اسے کوئٹہ میں تمام قبائلی امور کا نگران بنا کر آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دونوں دنیاؤں کے تقاضے مختلف ہیں مگر وہ اپنے قبیلے کی سرداری اور اپنے مستقبل کے لیے دی گئی قربانیوں کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔

وہ اپنے شہر واپس آگیا تھا۔

☆☆☆☆☆

زعفران گارڈن' اسلام آباد

اس ریستوران کی رونق ایک ہی گاہک آنے کے بعد سے بحال ہو گئی تھیں۔ زعفران گارڈن میں کام کرتے لڑکوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ وہ بھاگ بھاگ کر رات کے بڑے ڈنر کی تیاری کر رہے تھے اور وہ انھیں منع نہیں کر سکا تھا کہ وہ اس خاتون کو انکار کر چکا ہے اور اب وہ یہاں اپنی ٹیم کو ڈنر نہیں کروانا چاہے گی کیونکہ یہاں اسے کوئی فائدہ نہیں ہونے والا!

یہ وہ جگہ تھی جہاں اس نے اپنے ہاتھ کے ذائقے کی شناخت بنائی تھی لیکن لوگ کسی کو آسمان سے زمین پر گراتے ہوئے اس کی محنت نہیں دیکھتے۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ کتنی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہے۔ لوگوں کے چند پل کے شغل سے کسی کی ساری دنیا تہہ و بالا ہو سکتی ہے لیکن یہ سب لوگوں کو کون سمجھائے؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مصطفیٰ کا تعلق پشاور کے ایک خوشحال اور اچھے گھرانے سے تھا۔غلزائی قبیلے سے ہونے کی بدولت اس کا خاندان پشاور میں مثالی اور معزز تھا۔مالی مسائل کبھی بھی اس کے لیے اتنے بڑے نہیں تھے کہ اسے پریشان کرتے لیکن اس کا وہ ریستوران جس میں وہ اپنا دل و جان لگا چکا تھا حالیہ دنوں میں ایسی بدنامی کا شکار ہوا کہ وہ کچھ نہ کر سکا۔

معاملہ کچھ بڑا نہیں تھا۔وہ دن عام دنوں جیسا ہی تھا۔ریستوران میں گاہکوں کی چہل پہل تھی، ہر کوئی اپنے پسندیدہ کھانوں کا لطف اٹھا رہا تھا مگر پھر ایک مشہور فوڈ ولاگر کی وہاں آمد ہوئی جس نے نہایت اعتماد کے ساتھ وہاں کے مینیجر سے ایک اچھا کھانا مانگا اور ویڈیو بنانے کا کہا تاکہ بدلے میں وہ ریستوران کی مفت تشہیر کر سکے۔

مینیجر ہچکچایا کیونکہ اسے اپنی عزتِ نفس اور یہاں کے مالک کے اصولوں کی قدر زیادہ تھی جس کا اصول تھا کہ ہر گاہک برابر ہے۔اسی لیے اس نے شائستگی سے ولاگر کو بتایا کہ ریستوران کی پالیسی میں مفت کھانا نہیں دیا جاتا چاہے سامنے والا کتنا ہی مشہور کیوں نہ ہو۔وہاں بے تحاشہ بحث ہوئی۔کھانا کھاتے لوگ متوجہ ہوئے۔مصطفیٰ تک معاملہ پہنچا تو اس نے کھانا دینے کی اجازت دی لیکن ولاگر کا کہنا تھا اب مینیجر معافی بھی مانگے کیونکہ اس کی **"شیلو ایگو"** ہرٹ ہوئی ہے اور مصطفیٰ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ ایک اصول پسند آدمی تھا۔اصول توڑے جا سکتے ہیں لیکن کسی اپنے کی عزتِ نفس پر سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔وہ معافی مانگ لیتا لیکن ایک بے قصور آدمی سے ہرگز معافی نہ منگواتا۔زعفران گارڈن کے لوگ اس کی فیملی جیسے تھے اور بات فیملی کے وقار کی آجائے تو وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔

ولاگر کی انا کو ٹھیس پہنچی تبھی وہ مسکراتا ہوا بنا کھانے کے رخصت ہو گیا مگر اس کے اندر مصطفیٰ کے رویے کی وجہ سے چنگاری سلگ چکی تھی۔اس روز چند گھنٹوں بعد ہی سوشل میڈیا پر اس ولاگر کی ایک پوسٹ سامنے آئی جس میں ریستوران کی بدانتظامی اور کھانے کی خراب کوالٹی کے حوالے سے جھوٹے دعوے کیے گئے۔پوسٹ میں کہا گیا کہ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

زعفران گارڈن کا عملہ بد تمیز ہے، کھانا باسی ہے، ریستوران صفائی کے معیار پر پورا نہیں اترتا تبھی وہ کھانا کھائے بنا واپس آیا ہے۔

مشہور لوگوں کو فالو کرنے والوں کا ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ وہ ان کے الفاظ کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ کوئی دوسرا نظریہ سننا انہوں نے سیکھا ہی نہیں ہوتا۔ یہاں بھی ایسا ہوا۔ اس پوسٹ کو دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لوگوں نے لائک اور شیئر کرنا شروع کر دیا۔ منفی تبصرے سیلاب کی طرح آنے لگے۔ وہ لوگ جنہوں نے کبھی ریستوران میں قدم بھی نہیں رکھا تھا وہ بھی برا بھلا کہنے لگے۔ کچھ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ انہیں یہاں کھانے کے بعد فوڈ پوائزننگ ہوئی تھی اور وہ تین دن ہسپتال رہے تھے۔ ایک "ریٹ ریس" شروع ہوئی اور پھر تھم نہ سکی۔

(ریٹ ریس ایسی اصطلاح ہے جو جدید زندگی کی تیز رفتار، مقابلہ بازی اور مادی خواہشات کے پیچھے دوڑنے کو بیان کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس دوڑ میں انسان پیسہ، کامیابی اور بہتر معیارِ زندگی کے لیے محنت کرتا ہے اور اس دوڑ میں اپنی خوشیوں اور سکون کو کھو دیتا ہے۔ جیسے چوہے دوڑ میں ہر وقت دوڑتے رہتے ہیں لیکن کسی منزل پر نہیں پہنچتے ویسے ہی اس مادی زندگی کی دوڑ بھی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ انسان کو ہر وقت زیادہ کی تلاش رہتی ہے۔)

مصطفیٰ خاموشی سے یہ سب دیکھتا رہا۔ وہ دن رات محنت کر کے اپنے گاہکوں کو بہترین کھانا اور سروس فراہم کرتا تھا مگر ایک سوشل میڈیا سٹار نے اس کی حقیقت بدل ڈالی تھی۔ اس کے گاہکوں کی تعداد گھٹنے لگی، لوگ اس کے ریستوران سے کترانے لگے، اس کا نام بدنامی کی دلدل میں دھنس گیا اور وہ اس فوڈ ولاگر کو کوئی جواب نہ دے پایا اور یہ سب کچھ ایک ماہ کے مختصر دورانیے میں ہوا تھا۔

ان سوشل میڈیا انفلوئنسرز کی مناپولی کی وجہ سے اس کی محنت اور شہرت پر الزامات اور جھوٹے ریویوز بہت تیزی سے سامنے آئے جو مصطفیٰ کے لیے برداشت کرنا مشکل تھا لیکن وہ کچھ کر نہ سکا تھا کیونکہ اس کا سوشل میڈیا سے اکیس کا آکڑا تھا اور وہ بہت کم سوشل میڈیا پر ایکٹو رہتا تھا۔ اس بدنامی کے بعد شروع شروع میں کچھ لوگ کھانا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کھانے آتے رہے لیکن کھانے میں شکایات بڑھنے لگیں۔ وہی پرانی باتیں۔۔۔ یہاں کا کھانا باسی ہے، صفائی کا معیار خراب ہے، اسٹاف کا رویہ ٹھیک نہیں، کھانا وقت پر نہیں آتا، سروس تیز نہیں ہے، ریستوران ماڈرنزم سے دور ہے وغیرہ!

(ایک مقبول سوشل میڈیا انفلوئنسر! جس کی زندگی لاکھوں فالوورز کی توجہ سے بنی ہوتی ہے' کو اچانک کسی شخص سے اختلاف ہو جاتا ہے اور پھر وہ ایک طنزیہ پوسٹ کرتا ہے جس میں وہ اس شخص کے خلاف کچھ مبہم اور جھوٹے الزامات لگاتا ہے۔ پوسٹ میں براہ راست نام نہیں لیا جاتا لیکن سب کو سمجھ آجاتا ہے کہ نشانہ کون ہے۔

فالوورز کو یہ مواد پسند آتا ہے اور وہ اسے فوراً شیئر کرتے ہیں۔ تبصرے آنا شروع ہو جاتے ہیں' کوئی اسے سچ مان کر آگے بڑھاتا ہے تو کوئی اپنی طرف سے مزید کہانیاں جوڑ دیتا ہے۔ یہ سب بغیر کسی ثبوت کے ہوتا ہے لیکن سوشل میڈیا کی دنیا میں حقیقت اور افسانہ اکثر دھندلا جاتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ ایک افواہ سنسنی میں بدل جاتی ہے۔ اب انفلوئنسر مزید قدم بڑھاتا ہے۔ وہ اپنی اگلی ویڈیوز اور پوسٹس میں اس شخص کا باقاعدہ ذکر کر دیتا ہے، کبھی مزاحیہ انداز میں تو کبھی انتہائی سنجیدگی کے ساتھ۔ اس کے پیروکار جو ہر بات کو صحیح مانتے ہیں، اس مواد کو شیئر کرتے رہتے ہیں اور یوں ایک "ہیٹ مہم" جنم لیتی ہے۔ اس دوران دوسرے چھوٹے انفلوئنسرز بھی اس کھیل میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک ٹرینڈ ہے اور ہر کوئی اس ٹرینڈ کا حصہ بننا چاہتا ہے۔ سوشل میڈیا کی دنیا میں ٹرینڈ کا حصہ بننا آپ کو ایک نئی شناخت دیتا ہے۔

متاثرہ شخص کے لیے صورت حال دن بدن بگڑنے لگتی ہے۔ لوگ اسے اور اس کے کام کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں، اس کی ساکھ پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے دفاع میں کچھ کہنے کی کوشش کرے بھی تو انفلوئنسر کا اثر اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ اس کی آواز دب جاتی ہے۔ ہر نیا دفاع، ہر نئی وضاحت کو مزید مذاق یا جھوٹ کا حصہ بنا دیا جاتا ہے۔ جھوٹی کہانیاں، گمراہ کن بیانیے، بے معنی الزام اور افواہوں کا سیلاب ایک فرد یا ادارے کی زندگی کو لمحوں میں بدل کر رکھ دیتا ہے اور یوں ایک بڑا انفلوئنسر اپنی مونوپلی کا فائدہ اٹھا کر کسی کی عزت اور ساکھ کو زمین بوس کر دیتا ہے۔)

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس وقت بھی وہ اپنے دفتر میں بیٹھا کافی پریشان سا تھا۔ اسے عمارہ سے مسئلہ نہیں تھا، مسئلہ اس کی آفر سے تھا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور کھڑکی سے باہر نظر ڈالی جہاں وہ ایک وقت میں لوگوں کی بھیڑ دیکھنے کا عادی تھا۔ اب وہاں سناٹا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے اس بدنامی سے نکلنے کے لیے کوئی بڑا قدم اٹھانا ہو گا۔ عمارہ نے ٹھیک کہا تھا! اسے پھر سے کھڑا ہونے کے لیے کچھ تبدیلیاں ضرور کرنی چاہیے۔

اگلے ہی لمحے اس نے فہد کو کال کر کے آدھے گھنٹے بعد ایک ایمرجنسی میٹنگ بلائی جس میں ریستوران کے تمام عملے کا حاضر ہونا ضروری تھا۔ کل عملہ پندرہ لوگوں پر مشتمل تھا۔

میٹنگ کے لیے سب سے پہلے منیجر اور فہد موجود تھے جو ریستوران کی انتظامی ذمہ داریاں سنبھالتے تھے جیسے گاہکوں کے مسائل حل کرنا اور عملے کی نگرانی کرنا۔ پھر اس کے ماتحت شیفز اور سوس شیف (ہیڈ شیف کا اسسٹنٹ) بھی آئے۔ ویٹرز کے ساتھ ساتھ کیشئیر اور کلیننگ اسٹاف بھی جلد ہی وہاں پہنچ چکا تھا اور دیگر مارکٹنگ کا عملہ جب پہنچا تو میٹنگ کا آغاز کیا گیا۔

اس نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ سب جانتے ہیں کہ ریستوران اس وقت مشکل حالات سے گزر رہا ہے۔ ہماری محنت، ہماری شناخت اور وہ مقام جسے ہم نے برسوں میں حاصل کیا تھا ایک سوشل میڈیا پوسٹ نے پل بھر میں ختم کر دیا لیکن آج سے ہم ہار ماننے کی بجائے دوبارہ کھڑے ہونے کی کوشش کرنے والے ہیں۔" کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ سبھی پریشان چہروں کے ساتھ اس کی بات سننے لگے۔ شیفز ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے جبکہ ویٹرز کے چہروں پر الجھن تھی۔ کیشئیر خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا اور کلیننگ اسٹاف کونے میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ آخر ریستوران کا مستقبل کیا ہو گا۔ کیا وہ یہیں صفائی کرتے رہیں گے؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ہمیں ریستوران میں تبدیلیاں کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ تبدیلی صرف مینیو میں نہیں ہو گی۔ ہمیں یہاں کا تھیم بھی تبدیل اور جدید کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں آپ سب یہاں سے جانا چاہتے ہیں لیکن اب ہمیں ان الزامات کا سامنا کرنا ہو گا لیکن کسی غلطی کا ارتکاب کیے بغیر۔ ہم اپنا معیار اور سروس بہتر بنائیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ ہمارے ریستوران کا نام کیوں بلند ہے۔ ہم اپنے پرانے وقار اور معیار کے ساتھ لڑیں گے۔ ہمیں اپنی شہرت کو بحال کرنا ہو گا۔ سوشل میڈیا پر جو لوگ ہمارے خلاف ہیں وہ ہمیں ہراساں کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہیں انھیں منہ توڑ جواب دینے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ اب مزید سوگ منانے کے بجائے ہم اپنا کام جاری رکھیں گے اور اپنی ساکھ کو واپس حاصل کریں گے۔ ہمیں ایک نئی مارکیٹنگ حکمت عملی بنانی ہے۔ خنساء آپ مجھے تین دن میں ایک اچھی حکمت عملی بنا کر دیں گی اور۔۔۔" وہ آگے بڑھنے لگا لیکن خنساء شاید کچھ کہنا چاہ رہی تھی تو وہ خاموش ہوا اور اسے بولنے کا اشارہ کیا۔

"وہ سر۔۔۔ میں آج ہی آپ کو اپنا استعفیٰ دینے والی تھی، مجھے ایک اچھی جاب مل گئی ہے۔" وہ بروقت کچھ نہ کہہ سکا۔ بدنامی سے بڑا شاک ابھی لگا تھا۔ اس کے لوگ تھک گئے تھے۔ وہ اسے چھوڑنے لگے تھے۔ اسے کیوں لگا کہ وہ سب اس کے ساتھ کرائسز میں جانا پسند کریں گے؟ وہ ان کے گھر نہیں چلاتا تھا اور نہ ہی وہ ان کا گارڈین تھا۔

"اوہ بہتر۔۔۔ باقی سب کو بھی کہیں جاب ملی کہ نہیں؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔ کل تک تو وہ خود جاب حاصل کرنے میں ان سب کی مدد کر رہا تھا۔ اس کے پوچھنے پر کمرے میں سانس لو تو بھی آواز آئے کے برابر خاموشی چھا گئی۔ وہ سب دوستوں کی طرح تھے۔ وہ اس ریستوران کا مالک ضرور تھا لیکن ان کا مالک نہیں تھا۔ سب کے چہروں پر فکر اور الجھن واضح تھی۔ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے جیسے ہر کوئی دوسرے کا کچھ کہنے کا منتظر ہو۔

آخر کار ایک شیف نے تھوڑی ہچکچاہٹ کے ساتھ بات کا آغاز کیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"شیف! آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ کتنے عرصے سے ہیں اور ہم نے ہمیشہ دل و جان سے کام کیا ہے لیکن موجودہ حالات نے سب کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ شاید اب یہاں رہنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ بدنامی نے گاہکوں کو دور کر دیا ہے اور ہماری آمدنی پر بھی اثر پڑ رہا ہے۔" اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"سر! میں کافی عرصے سے یہاں ہوں لیکن اب حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ مجھے لگتا ہے شاید کوئی اور جاب تلاش کرنا بہتر ہو گا۔ مجھے اپنے گھر کا خیال رکھنا ہے، والدین کی ادویات اور چھوٹے بہن بھائیوں کی پڑھائی کا خرچہ مجھے اٹھانا ہوتا ہے اور جب گاہک ہی نہیں آ رہے تو ہمیں تنخواہ کیسے ملے گی؟" کیشئیر نے بھی کہا۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے سر! میں آپ کی قدر کرتا ہوں لیکن اس سارے مسئلے نے ہمارے ریستوران کا نام تباہ کر دیا ہے اور مجھے لگتا ہے دوبارہ سے وہی ساکھ بحال کرنا ناممکن ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں بھی کسی اور موقعے کی طرف دیکھوں اور اس کے لیے آپ میری کوئی مدد کر سکیں تو آپ کا شکر گزار رہوں گا۔" ایک بیرے نے کہا۔ مصطفیٰ نے یہ سن کر گہری سانس لی۔ اسے معلوم تھا کہ حالات خراب ہیں اور اس کے اسٹاف کی پریشانی جائز تھی۔

"میں آپ سب کی مشکلات کو سمجھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں آپ میں سے کچھ کو لگتا ہے یہاں سے جانا بہترین فیصلہ ہو گا لیکن یہ وہی ریستوران ہے جسے آپ سب نے مل کر بنایا تھا۔ زعفران گارڈن صرف میرا نہیں، آپ سب کا بھی ہے۔ اگر آپ سب نے ساتھ چھوڑ دیا تو واقعی ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔" کوئی کچھ نہ کہہ سکا جیسے سب نے فیصلہ کر لیا ہو۔

"میں آپ کو جانے سے نہیں روکوں گا لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ ہر مشکل کا حل ہوتا ہے۔ اگر ہم مل کر کام کریں تو اس بحران سے نکل سکتے ہیں مگر آپ کو لگتا ہے کہ یہاں سے جانے کا فیصلہ ہی بہتر ہے تو میں اس فیصلے کی بھی عزت کرتا ہوں۔" وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی شخص اسے چھوڑ کر جائے۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ کچھ لوگ سر جھکا کر سوچ میں پڑ گئے اور کچھ کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی بھی جھلکنے لگی۔ فیصلہ واقعی مشکل تھا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تبھی یکے بعد دیگر سب نے ہی مزید یہاں کام کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ ہی لمحوں بعد مصطفیٰ غلزائی اپنے دو لوگوں کے ساتھ اس کمرے میں اکیلا بیٹھا رہ گیا۔

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا فہد؟" اسے بے حد دکھ ہوا۔ اس کا خاندان بکھر گیا تھا۔

"میں ایک دو دن میں بتانے ہی والا تھا۔" اس نے ذرا خفگی سے اسے دیکھا۔ "اب کیا کرنا ہے بھائی؟"

"رات کا پروگرام طے شدہ ہے۔ اسے مکمل کرو اور پھر سب کو ان کی تنخواہ کے ساتھ اچھا سا گڈ بائے ڈنر دو۔ باہر سے تین چار لڑکے پکڑ کر ریستوران کی صفائی اور رینوویشن پر کام کرواؤ۔ میں ایک انٹیریئر ڈیزائنر کا نمبر بھیجوں گا اس سے معاملات طے کر لینا۔ ابھی کے لیے اتنا بہت ہے۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ اگر اکیلے بھی لڑنا پڑے تب بھی وہ زعفران گارڈن کے لیے لڑے گا۔

اسلام آباد کی سڑکیں شام کی گہما گہمی میں ڈوبنے لگی تھیں۔ مصطفیٰ کی گاڑی جیسے خاموشی سے اس شہر کی رونقوں میں کھونے لگی تھی۔ گاڑی چلاتے ہوئے اس کے دماغ میں ماضی اور حال کے لمحے گردش کرنے لگے۔ حالات اتنے برے کبھی نہیں ہوئے تھے جتنے ابھی ہوئے تھے۔ اسلام آباد آنے کے بعد اس کا زندگی کو لے کر نظریہ تبدیل ہو گیا تھا۔ وہ زندگی میں کامیاب ہونا چاہتا تھا اسی لیے اپنے شوق کو ہی اپنا پیشہ بنا لیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ جس کامیابی کا اس نے کبھی خواب دیکھا تھا کیا وہ اسے حاصل کر پایا تھا؟ کیا اب بھی ایسا کچھ تھا جو اس کے بس میں ہو؟

☆☆☆☆☆

پمز ہسپتال، اسلام آباد

پوسٹ مارٹم والی بات کو ہفتہ بھر گزر چکا تھا لیکن مائدہ اس بات کو بھول نہ پائی تھی البتہ نارمل رویہ رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ آج اس کی لیٹ نائٹ شفٹ تھی تبھی وہ تھوڑی چڑچڑی سی بھی ہو رہی تھی۔ ابھی وہ تازہ ہوا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کھانے باہر آئی تھی تاکہ کچھ کھا پی بھی لے۔ رات کی سرد ہوا میں ہلکی سی نمی تھی جیسے آنے والے طوفان کا اشارہ ہو۔ اُس کا ذہن تھکاوٹ اور اسی روز کی یادوں سے بوجھل تھا۔ آج کل اسے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ناگوار سا بوجھ اس کے دل پر منڈلا رہا ہو، جیسے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو، جیسے کہیں سے کوئی ناگہانی آفت آنے والی ہو اور وہ خود کو مصروف رکھ کر اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کینٹین کی جانب جاتے اس کے قدم پل بھر کو تھمے کیونکہ سامنے والی سڑک پر ایک تیز رفتار گاڑی کی آواز گونجی تھی۔ مائدہ نے حیرانی سے اُس طرف دیکھا۔ گاڑی کے ہیڈ لائٹس کی روشنی ہسپتال کے سامنے والی روڈ پر پڑی جہاں معمولی سی ہلچل بھی نہیں تھی۔ گاڑی جونہی قریب پہنچی اُس کی رفتار اچانک کم ہو گئی اور پھر کسی نے زوردار طریقے سے کچھ بھاری سا ہسپتال کے داخلی دروازے کے پاس پھینک دیا۔ ٹائرز کی چرچراہٹ کے ساتھ وہ گاڑی تیزی سے غائب ہو گئی جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئی ہو۔

مائدہ کا دل ایک لمحے کو تھم گیا۔ شاک، خوف، الجھن اور پریشانی کے ساتھ وہ تیز قدموں سے اس سمت بھاگی جہاں کچھ لمحے پہلے گاڑی رکی تھی۔ تجسس کے مارے اس کی ساری بھوک اڑ گئی۔

وہ اس جگہ جلد ہی پہنچ گئی۔ اسٹریٹ لائٹ کی روشنی کی ہلکی کرنوں سے وہاں پڑی ہوئی چیز آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگی۔ وہ جیسے ہی قریب پہنچی تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بوری میں بند کوئی شے تھی۔

ڈرتے ڈرتے اس نے ہلایا تو اس کا جسم فریز ہو گیا۔ زمین پر پڑی شے ایک انسان کا وجود تھا۔ اس نے تھوڑی ہمت کر کے اسے سیدھا کرنا چاہا۔

کوئی انسانی جسم کے ساتھ اتنا ناروا سلوک کیسے کر سکتا ہے؟ اس کی روح تک کانپ گئی۔

اس نے نبض چیک کی تو وہاں مکمل خاموشی تھی اور جب اس نے لاش کو سیدھا کیا تو اس کی چیخ حلق میں دب گئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"زرمینہ!" اس کے کپڑے خون میں بھیگے ہوئے تھے اور چہرے پر خاموشی کا ایسا سایہ چھایا ہوا تھا جیسے نا جانے کتنے دنوں کی تکلیف کے بعد سکون میسر ہوا ہو۔ زرمینہ کا بے جان جسم سرد تھا جو مائدہ کی روح تک کو جھنجھوڑ کر رکھ گیا تھا۔

"نہیں۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔" مائدہ کی آواز گھٹ گئی اور وہ گھٹنوں کے بل زرمینہ کے پاس بیٹھ گئی۔ اُس نے زرمینہ کا ہاتھ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں لیا لیکن وہ ہاتھ سرد اور بے حس تھا۔

"زرمینے!" اس نے بے بسی سے چیخ ماری لیکن رات کے سنّاٹے نے اس کی آواز کو دبا دیا۔ اس کا دل جیسے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔

"یہ کس نے کیا؟ کیوں؟" مائدہ کی آنکھوں میں غصے اور بے بسی کے مارے آنسو آ گئے۔ وہ اس کا سر گود میں رکھی چیخ رہی تھی۔ مائدہ کی چیخیں آسمان کو چیر رہی تھیں لیکن زرمینہ کا سرد، خاموش چہرہ کسی سنگین راز کی مانند اُس کی گود میں پڑا تھا۔ کوئی حرکت نہیں، کوئی جواب نہیں، صرف ایک خاموشی جو مائدہ کی روح کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی۔

"زرمینے خدا کا واسطہ ہے اٹھ جاؤ! تم ایسے نہیں مر سکتی۔ اللہ یہ کیا ہو گیا؟" مائدہ نے زرمینہ کے بے جان جسم کو اپنے سینے سے لگایا۔

رات کی گہری خاموشی میں مائدہ کی چیخیں جیسے کائنات کی وسعتوں میں گونجنے لگیں مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اس کا دل جیسے سینے میں دھڑکنا بھول گیا ہو اور آنکھوں کے سامنے سب کچھ دھندلا ہوتا گیا۔

زرمینہ کا بے جان جسم اس کے گود میں پڑا تھا یوں جیسے کوئی کٹی پتنگ ہو جس کی ڈور ظالم وقت کے ہاتھوں چھین لی گئی ہو۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اُس کے آنسو زمین پر گرتے رہے۔اُس کی روح تک چھلنی ہو چکی تھی۔

رات کی سرد ہوا اس کے گرد گھومتی رہی اور ہسپتال کے اندر کی روشنیاں دور سے اس کے دکھ کا گواہ بنی رہیں۔

"تم ایسے نہیں جا سکتی! تمہارے خواب، تمہاری امیدیں، سب کچھ کیسے یوں ختم ہو سکتا ہے؟ تمہیں تو بہت آگے جانا ہے نا؟"

اچانک لوگ ہجوم کی شکل میں اکٹھے ہونے لگے۔

کوئی مدد کے لیے نہیں آیا، کوئی مائدہ کے درد کو بانٹنے نہیں آیا۔

سب اپنے موبائل فون نکالے ویڈیوز بنانے لگے تھے جیسے منظر ان کے لیے صرف ایک تماشہ ہو۔

سوشل میڈیا پر سب سے پہلے یہ خبر کون پہنچاتا ہے؟

اس کی تگ و دو میں مصروف لوگ مدد کرنے آگے نہیں آئے تھے۔

مائدہ نے زرمینہ کا چہرہ اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ ڈھانپنے کی کوشش کی جیسے وہ اسے دنیا کے بے رحم نظروں سے بچانا چاہتی ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ خود بھی بے بس ہو چکی تھی۔

وہ ہمت ہی نہیں کر پا رہی تھی۔

دبنگ مائدہ اور کزائی اس وقت بے بسی کی تصویر بنے بیٹھی تھی۔

"تم سب کیا کر رہے ہو؟ اپنے کیمرے بند کرو۔" مائدہ نے گہرے سانس لیتے ہوئے ہجوم کی طرف دیکھا لیکن اتنے مردوں کی بھیڑ میں اس کی آواز بے اثر تھی۔ وہ خود کو ایک قید میں محسوس کر رہی تھی، ایک ایسی قید جہاں اس کی دوست کی لاش کو بے دردی سے تماشا بنایا جا رہا تھا۔ وہ اتنے سارے انسانوں کو چیخ چیخ کر یہ نہ کہہ سکی کہ میری

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

دوست کی لاش کی پامالی مت کرو۔ اپنے کیمرے بند کرو۔ وہ ٹوٹی بکھری بلند آواز میں روتی نا جانے کس سے شکوے کرتی رہی۔ زرمینہ کو پکارتی رہی لیکن زرمینہ نے پلٹ کر کوئی جواب نہ دینے کی قسم کھا رکھی تھی۔

ہر وہ آنسو جو مائدہ کی آنکھ سے بہہ رہا تھا اس کی روح کو چھلنی کر رہا تھا۔ اس کے دل میں غم اور غصے کا لاوا پکنے لگا۔ وہ جانتی تھی زرمینہ کی موت حادثہ نہیں تھی۔ یہ اُس معاشرے کی طرف سے ایک وارننگ تھی جہاں عورت کی زندگی کی قیمت کچھ بھی نہیں تھی۔ جہاں "**غیرت**" کے نام پر انسانیت کا خون بہا دیا جاتا تھا۔ وہ معاشرہ جو عورت کی آزادی کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے، جو عورت کے حقِ زندگی کو اپنی جھوٹی غیرت کے نام پر چھین لیتا ہے۔ زرمینہ کی بے بسی، اس کا خوف اور اس کا المناک انجام، سب مائدہ کے دل پر بوجھ بن کر بیٹھ گیا۔ وہ اپنے آپ کو بہت خالی خالی محسوس کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے زرمینہ کی وہ مسکراتی تصویر گھومنے لگی جب وہ اپنے خوابوں کے بارے میں بات کیا کرتی تھی۔ زرمینہ کو مرنا نہیں چاہیے تھا۔

"اپنے کیمرے بند کرو، خدا کا واسطہ ہے میری دوست کا تماشہ نہ بناؤ۔"

زندگی اور موت کے درمیان قید اس لمحے میں سب کچھ بدل گیا تھا۔

"یہ کیسا انصاف ہے اللہ؟" مائدہ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ زمین والے جواب نہیں دے رہے تھے، تماشا بنا رہے تھے لیکن آسمان بھی تو خاموش تھا۔ جیسے اس نے بھی اس دنیا کے ظلم سے منہ موڑ لیا ہو۔ مائدہ کی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے گئے۔

انسانیت پھر جاگ اٹھی تھی۔

کسی مرد نے اس کے چہرے پر اپنی جیکٹ رکھ کر اس کا چہرہ چھپا دیا تھا۔

لوگ ہر طرف سے دوڑ کر آنے لگے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کچھ اس کے سامنے ڈھال بن گئے تاکہ مزید کوئی نقصان نہ ہو اور کچھ جلدی جلدی لوگوں کے کیمرے بند کروانے لگے تاکہ اس کی بے بسی کسی کے لیے تفریح نہ بنے۔

مگر وہ...وہ تو بس روئے جا رہی تھی۔ آنسوؤں کا سیلاب تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

اس کا اوور آل خون آلود ہو چکا تھا۔ ہر دھڑکن کے ساتھ اس کی جان کم ہو رہی تھی۔

چہرہ جیسے صدیوں کی بیماری اور دکھ سے چُور ہو چکا تھا۔

کوئی اُمید باقی نہیں تھی۔

اس کی آواز...جو ایک لمحہ پہلے گونج رہی تھی، اب خاموش ہو چکی تھی۔

بس آنکھیں...وہ سب کہہ رہی تھیں جو الفاظ بیان نہیں کر سکتے تھے۔

پلکوں کی نمی میں اس کی بے بسی، درد اور کھو جانے کا احساس صاف جھلک رہا تھا۔ وہ خود سے دور جا رہی تھی۔

زرمینہ کے چہرے پر ایک عجیب سی خاموشی طاری تھی۔ وہ خاموشی جو اس کی زبان سے نکل رہی تھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اس کی خاموشی چیخ رہی تھی، اس کی بند آنکھیں فریاد کر رہی تھیں، اس کا ساکت چہرہ پوری دنیا کو بتا رہا تھا کہ وہ کتنا کچھ کھو چکی ہے۔

مائدہ نے اس کے بالوں کو آہستہ سے سہلایا اور آنسوؤں سے بھیگی آواز میں اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہارے خواب ابھی زندہ ہیں زرمینے۔۔۔ مائدی تمہارے لیے لڑے گی۔ میں ان سب کو نہیں چھوڑوں گی۔ خدا کی قسم کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔"

☆☆☆☆☆

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"Here's to strong souls, may we know them, may we be them, may we raise them-"

جاری ہے، انشاءاللہ!

* * * * * * *

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم---

السلام علیکم احباب----"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا--

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Nkd (ZT) (UserName: Novelskiduniya77)

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے شکریہ-----

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram